ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیت 167-171)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰکُمْ ۭ ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ ۚ
یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ ۭ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ
اَنْفُسِکُمُ الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْیَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ
مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰہَ
لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۱﴾

''اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے' اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں جنگ کر دیا (کافروں کے) حملوں کو روکو' تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے' یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے' منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں' اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ یہ خود تو (جنگ سے بچ کر) بیٹھ ہی رہے تھے مگر (جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دیں) اپنے (اُن) بھائیوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ اُن کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) اُن کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اور اللہ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ مؤمنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا''۔

مسلمانوں کو جو جنگ احد میں چرکہ لگا تو وہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون حقیقی مومن ہے اور تا کہ وہ منافقین کو بھی جان لے۔ مفہوم اس کا دراصل یہ ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے کہ کون مومن ہے اور کون منافق۔ سب نے دیکھا کہ عبداللہ بن ابی 300 آدمیوں کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ سب کو ان کے نفاق کا پتہ چل گیا۔ آئندہ اُن کی بات پر اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ اُن کی بات کان لگا کر سنی جائے گی۔

اب یہاں اُس آخری واقعے کا ذکر ہو رہا ہے جب عبداللہ بن ابی 300 آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا تھا۔ اس وقت کچھ لوگوں نے کہا ہو گا کہ کہاں جا رہے ہو اس وقت لشکر سامنے ہے' 300 آدمی نکل گئے تو باقی 700 رہ جائیں گے۔ باقی رہ جانے والوں کے دلوں میں ضرور کچھ نہ کچھ کمزوری پیدا ہو گی' لہٰذا یہ اقدام ہرگز درست نہیں۔ آؤ اور اللہ کی راہ میں قتال کرو' اپنا دفاع کرو' مدینہ پر حملہ ہوا تو کیا ہو گا! یہاں اگر مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور وہ لوگ مدینہ میں گھس جانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہاری بہو بیٹیوں کا کیا بنے گا۔ وہ انہیں باندیاں بنا کر نہ لے جائیں گے؟ بہتر ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم مدینے کے دفاع کے لئے تو کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے جواب میں منافقین نے کہا: ''اگر ہم سمجھتے کہ جنگ ہونی ہے تو ہم ضرور تمہارا ساتھ دیتے مگر یہ تو نرا کشتی معلوم ہوتی ہے' درحقیقت یہ جنگ نہیں ہے۔ محمد ﷺ کے ساتھی جو مہاجر بن کر آئے ہیں اور وہ لوگ جواب مکہ سے ہمارے اوپر چڑھائی کر رہے ہیں دراصل ایک ہی ہیں' آپس میں رشتہ دار اور قریبی تعلقات رکھنے والے ہیں' ہمارا ان سے کوئی سروکار نہیں''۔ یوں اس دن وہ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ منافق کا کردار دوغلا ہوتا ہے۔ زبان سے کچھ کہتا ہے' دل میں کچھ ہوتا ہے۔ منہ سے جو کچھ وہ کہتے ہیں' وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا۔ اور اللہ تو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپا رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی برادری کے بھائیوں (انصار مدینہ) کو کہہ رہے ہیں کہ اگر وہ بھی ہمارا کہنا مانتے اور ہمارے ساتھ واپس آ گئے ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔ اے نبی ﷺ ان سے کہئے! اچھا اگر تم سچے ہو تو اپنی جانوں سے موت کو ہٹا کر دکھاؤ۔ کیا تم کسی تدبیر سے موت سے بچ سکتے ہو؟ کیا موت گھروں میں نہیں آئے گی؟

اللہ کی راہ میں جان دینا تو ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے۔ تم ہرگز ان لوگوں کو مردے نہ سمجھنا جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں! اپنے رب کے ہاں سے انہیں رزق مل رہا ہے۔ چنانچہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے اس پر وہ خوشیاں منا رہے ہیں اور خوشخبریاں پا رہے ہیں کہ ہمارے اور بھائی بھی ہیں جو پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں کہ ابھی انہیں شہادت کی خلعت نہیں ملی۔ وہ بھی شہادت پا لیں گے تو اسی ناز و نعم کے اندر فرحاں و شاداں ہوں گے' جس میں ہمیں رکھا گیا ہے' اور پھر نہ اُن کو کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ حزن سے دوچار ہوں گے۔ وہ تو خوشیاں منا رہے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی وجہ سے' اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

فرمانِ نبوی

چودھری رحمت اللہ بٹر

صلہ رحمی سے رزق اور عمر میں برکت ہوتی ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:((مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَلَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ)) (رواہ مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ بات پسند کرے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بناَ' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
14	16 تا 23 فروری 2005ء 7 تا 13 محرم الحرام 1426ھ	6

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36- کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

منتخب عراقی قیادت کا امتحان

اہل سنت کے بائیکاٹ' بدامنی اور دھاندلی کے حالات میں 30 جنوری کو عراق میں جو انتخابات ہوئے تھے' اُن کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ آیت اللہ سیستانی کے شیعہ اتحاد ''یونائیٹڈ عراقی الائنس'' نے 45.1 فی صد ووٹ لے کر 132 نشستیں' کرد اتحاد نے 25.4 فی صد ووٹ لے کر 71 نشستیں' وزیراعظم ایاد علاوی کی جماعت نے 13.8 فی صد ووٹ لے کر 38 نشستیں حاصل کیں' جبکہ غازی الیاور کو صرف 5 نشستیں ملیں۔ رائے شماری کا مجموعی ٹرن آؤٹ 59 فیصد رہا۔ الیکشن کمیشن کے اعلان کے مطابق سنیوں نے بہت کم تعداد میں ووٹ ڈالے۔ صوبہ الانبار میں صرف 2 فیصد' صوبہ نینوا میں قومی اسمبلی کے انتخاب میں 17 فی صد اور صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں 14 فی صد ووٹروں نے حصہ لیا۔

275 رکنی اسمبلی پہلے ایک سپیکر اور دو ڈپٹی سپیکرز کا انتخاب کرے گی۔ بعد ازاں عراق کے صدر اور دو نائب صدور کا انتخاب ہوگا۔ اس کے بعد صدر اور نائب صدور کی تشکیل کردہ کونسل وزیراعظم کی نامزدگی کا اعلان کرے گی۔ منتخب اسمبلی کی سب سے اہم ذمہ داری 15 اگست تک متفقہ آئین کی تیاری ہے۔ اس کے بعد ریفرنڈم کے ذریعے اس آئین کی توثیق کی جائے گی' لیکن اگر 18 صوبوں میں سے تین صوبوں کے دوتہائی رائے دہندگان نے آئین کی توثیق نہ کی تو یہ دستور کالعدم قرار پائے گا۔

صدام حسین اور اُس کی بعث پارٹی نے ربع صدی تک اپنی آمریت کے عہد میں شیعوں اور کردوں پر جو مظالم ڈھائے تھے' اور اُن کو عراقیوں کے سیاسی وثقافتی دھارے سے الگ کرنے کی متواتر کوششوں کا نتیجہ یہی نکل سکتا تھا کہ جب بھی موقع ملا' وہ برسراقتدار آ گئے۔ اب شاید اہل سنت یہ خیال کریں کہ انہوں نے الیکشن میں حصہ نہ لے کر سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ان کے بائیکاٹ اور احتجاج اور الیکشن میں شیعوں اور کردوں کی بڑھ چڑھ کر شرکت نے اپنے اپنے انداز میں ثابت کر دیا کہ عراق کے سب لوگ امریکا کو پسند نہیں کرتے۔ الیکشن کا بائیکاٹ بھی اظہار نفرت تھا' اور الیکشن میں شرکت بھی اظہارِ عدم اعتماد ہے۔

اب پوری دنیا بڑی دلچسپی سے آئندہ مہینوں میں منتخب عراقی قیادت کی کارکردگی دیکھے گی۔ عراقی قیادت کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ عراق پر امریکی حملے کا اصل محرک گریٹر اسرائیل کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔ الیکشن کے انعقاد سمیت عراق میں امریکہ کا اٹھایا ہوا ہر قدم دراصل مسلمانوں کو کمزور کرنے اور اسرائیل کے مذموم عزائم کی تکمیل کی جانب سفر کا درجہ رکھتا ہے۔ بے شک یہ عراقی قیادت کا امتحان ہے۔ عراق کے پڑوسی ممالک پر الیکشن کے اثرات بہت زیادہ پڑیں گے' اس لئے اُن کی دلچسپی باقی دنیا سے زیادہ ہوگی۔ یہ ایک بات کہ عراق میں شیعی حکومت' یعنی ایران کے بعد دنیا بھر میں دوسری شیعہ حکومت قائم ہے نہ صرف مشرقِ وسطیٰ' بلکہ دوسرے تمام مسلم ممالک میں ایک خاص مذہبی پیغام بھیجے گی' جس سے سنی شیعہ مفاہمت کی ضرورت واہمیت کو تقویت مل سکتی ہے' اور عراق کی نئی قیادت نے تدبر کا مظاہرہ نہ کیا تو اُمہ کے رہے سہے اتحاد میں بھی دراڑیں پڑنے کا امکان بڑھے گا' بالخصوص لبنان' یمن اور بحرین جہاں شیعہ آبادی بڑی تعداد میں ہے' عراق کی شیعہ حکومت سے سیاسی طور پر اثر لے سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عراق کے شیعوں نے امریکا کے خلاف مزاحمت میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ فلوجہ میں سنیوں کی قیادت میں جو زبردست مزاحمت ہوئی تھی' اس کے مقابلے میں نجف میں ہونے والی مزاحمت زیادہ قوی اور شدید تھی جو شیعہ قیادت نے کی تھی۔ اس وقت آیت اللہ سیستانی نے حکمت سے کام لے کر مقتدیٰ الصدر کو مسلح جدوجہد سے روک دیا تھا۔ اُن کی منطق بہت سادہ اور قابل فہم تھی کہ آخر شیعوں کو گولی چلانے کی کیا ضرورت ہے' جبکہ وہ اپنی اکثریت کے بل پر ووٹ کی طاقت سے اقتدار حاصل کر سکتے ہیں۔ رہ گیا' امریکی افواج کو عراق سے نکال باہر کرنے کا مسئلہ' تو وہ بھی حکومت کرنے سے ہی حل ہو سکتا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسمبلی میں سب سے بڑی جماعت کی حیثیت سے شیعہ الائنس تمام سیاسی جماعتوں اور تمام عراقیوں میں' مسلک وسیاست سے ماوراء ہو کر' مثالی اتحاد قائم کرے۔ شیعہ قیادت نے پہلے ہی سنی قیادت کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ حکومت کی ہر سطح پر انہیں شامل رکھا جائے گا۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو ملک سے نکالنے کے لئے سنیوں کے ساتھ کردوں کو بھی حسن تدبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ کردوں کی آبادی عراق کے تین پڑوسی ملکوں ایران اور ترکی کے متصل علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر عراقی کردوں نے امریکا کی پالیسی کے تحت ''کردستان'' کی تحریک میں حصہ لیا' تو ان کی نسلی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی' اور نسلی وحدت سے زیادہ ان کی دینی ومذہبی وحدت بھی منتشر ہو جائے گی' جو عراق' ترکی' ایران' مشرق وسطیٰ' مشرق بعید' ایشیا' افریقہ اور دنیا بھر میں سوا ارب سے زیادہ تمام اسلامیانِ اسلام سے اُن کا

(باقی صفحہ 9 پر)

● امت مسلمہ قوت ایمانی اور قوتِ حربیہ کے حصول سے غالب و کامران ہوسکتی ہے

ڈاکٹر صہیب حسن کے دورۂ اسرائیل کے تاثرات

● عالم اسلام کو معاشی' سماجی' تعلیمی اور اخلاقی میدانوں میں مضبوط ہونا ہوگا

دہلی کے معروف سیاسی و سماجی کارکن رضوان عابد قریشی کا اظہار خیال

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں 13 فروری کی شام منعقد ہونے والی ایک تقریب کی روداد

—— مرتب: فرقان دانش خان ——

جناب ڈاکٹر صہیب حسن عبدالغفار جو برطانوی شہری ہیں اور لندن میں سعودی حکومت کی جانب سے تبلیغ و تعلیم دین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ حال ہی میں اسرائیل کے دورے کے دوران مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کر کے آئے ہیں۔ گزشتہ دنوں جب وہ پاکستان تشریف لائے تو صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اُن سے اپنے دورے کے تاثرات بیان کرنے کی فرمائش کی۔ انہی دنوں بھارت کے ایک نوجوان سیاسی و سماجی کارکن رضوان عابد قریشی بھی پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ طے کیا گیا کہ دونوں مہمانانِ گرامی کے تاثرات سے مستفید ہوا جائے۔ چنانچہ 13 فروری بعد نماز مغرب قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ان دونوں حضرات کے خطابات سننے کا اہتمام کیا گیا۔ مقامی اخبار میں اس پروگرام کا اشتہار دیا گیا۔ پروگرام شروع ہوا تو آڈیٹوریم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

اس پروگرام کے میزبان جناب ڈاکٹر ابصار احمد نے ڈاکٹر صہیب حسن کا تعارف کراتے ہوئے بتایا: ''ڈاکٹر صہیب حسن فرزند ہیں مولانا عبدالغفار حسن کے' آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے تعلیم حاصل کی۔ نیروبی میں مقیم رہے۔ برمنگھم یونیورسٹی سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کیا۔ قرآن سوسائٹی لندن کے صدر ہیں۔ لندن اووَل کالج میں پڑھا رہے ہیں۔ لندن کے اسلامک چینلز سے آپ کے درس قرآن کے پروگرام چلتے ہیں۔ گزشتہ سال برٹش پاسپورٹ لیا تو فوراً ہی اسرائیل کا دورہ کیا۔ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آج آپ اسی دورے کے تاثرات بیان کریں گے''۔

ڈاکٹر صہیب حسن عبدالغفار نے اپنے دورۂ اسرائیل کے حوالے سے مسجد اقصیٰ' اسرائیل اور فلسطین کی تاریخ اور مستقبل بیان کرتے ہوئے بتایا کہ فلسطین کا کل رقبہ 27 ہزار کلومیٹر ہے۔ 1917ء میں برطانوی حکومت نے جب یہود کو فلسطین میں آباد کرنا شروع کیا تو اس وقت یہود کے پاس صرف دو فی صد علاقہ تھا۔ اس وقت یہودیوں کی تعداد 55 ہزار تھی۔ 1948ء تک یہود کے پاس 6.7 فیصد رقبہ تھا' جبکہ یہودیوں کی تعداد چھ لاکھ چھیاسی ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ 1948ء میں جب اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا گیا تو یہود کے قبضہ میں 77 فی صد علاقہ تھا جو کہ 1967ء کی جنگ کے بعد یہود کا قبضہ 100 فی صد مکمل ہو گیا۔ انہوں نے بتایا کہ فلسطین پر مسلمان 1200 سال تک حکمران رہے' جبکہ رومن نے 667 سال حکومت کی۔ اور یہود اس علاقے پر صرف 557 سال قابض رہے۔ اس اعتبار سے بھی فلسطین کے جائز حقدار صرف مسلمان ہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہود کی تاریخ میں سات کے ہندسہ کا کس طرح دخل رہا ہے اس کا اندازہ درج ذیل تاریخی حقائق سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:

1897ء: سوئٹزرلینڈ میں صہیونی ریاست کے قیام کا منصوبہ پیش ہوا۔
1907ء: یہود فلسطین میں آباد ہونا شروع ہوئے۔
1917ء: برطانوی وزیر خارجہ بالفور نے یہود کو فلسطین میں آباد کرنے کا وعدہ کیا۔
1927ء: یہود نے یہودی ریاست کا جغرافیہ ماپ لیا۔
1937ء: یہود نے 70,000 کی تعداد میں اپنی فوج تشکیل دی۔
1947ء: اقوام متحدہ میں فلسطین کی تقسیم کی قرارداد پیش ہوئی۔
1957ء: یہود ایلات تک قابض ہو گئے۔
1967ء: اسرائیل نے سارا علاقہ فتح کر لیا۔
1977ء: کیمپ ڈیوڈ کا معاہدہ ہوا۔
1987ء: اسرائیل ایٹمی پاور بن گیا۔
1997ء: نیتن یاہو نے ہیکل سلیمانی کا ماڈل پیش کیا۔

ڈاکٹر صہیب حسن نے کہا کہ یہود کے خلاف فلسطینی مسلمانوں کی تحریک مزاحمت 1921ء میں مفتی فلسطین جناب امین الحسینی کی قیادت میں شروع ہوئی' جسے آج ''حماس'' جاری رکھے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''الفتح'' کے پیش نظر فلسطین میں سیکولر ریاست کا قیام ہے' جبکہ ''حماس'' فلسطین میں اسلامی ریاست کے قیام کی خواہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کو موجودہ مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے قوت ایمانی اور قوت حربیہ دونوں میں اضافے اور مضبوطی کی طرف توجہ دینا ہو گی۔

جناب رضوان عابد قریشی نے بھارت میں اسلام کا مستقبل کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بھارتی مسلمانوں میں اسلام کی بہت زیادہ پیاس موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ دنوں جب محترم ڈاکٹر اسرار احمد بھارت کے دورے پر تشریف لائے تو انہوں نے دیوانوں کی طرح آپ کا استقبال کیا۔ انہوں نے کہا آج ہمارے سامنے اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے' لیکن ڈاکٹر صاحب نے ہمیں بتایا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے اور دین اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ لہٰذا دین اسلام کو قائم کرنا (جبکہ وہ مغلوب ہو) ہر مسلمان کی اولین دینی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی مسلمانوں کے ہاں قیادت کی کمی ہے' اگر ڈاکٹر صاحب اور بھارتی مسلمان یکجا ہو جائیں تو بہت جلد اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا علاج یہ ہے کہ وہ معاشی' سماجی' تعلیمی اور اخلاقی سطح پر مضبوط ہوں۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ قیامت سے قبل خیر اور شر کی آخری جنگ کا میدان فلسطین کا علاقہ بنے گا۔ ابتداء میں عربوں کو اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں اللہ کی سزا کے طور پر سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ تاہم بعد ازاں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ کی آمد کے ذریعے نصرت خداوندی مسلمانوں کے شامل حال ہو گی اور بالآخر مسلمان فاتح ہوں گے اور پوری دنیا پر اسلام غالب ہو جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اسلام کے دشمنوں میں ہمیشہ یہود و ہنود کا اکٹھا ذکر کیا جاتا ہے۔ اتفاق سے آج ہمارے پروگرام میں یہود کے اعتبار سے فلسطین کی تاریخ اور مستقبل کا تذکرہ ہوا جبکہ ہنود کے حوالے سے بھارت میں اسلام کے مستقبل پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل یہودیوں کا گریٹر قبرستان بنے گا اور اسرائیل کو اس انجام تک پہنچانے ہیں احادیث کی رُو سے برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں کا بڑا ہاتھ ہوگا۔

اللہ پر ایمان کے ساتھ طاغوت کا انکار بھی ضروری ہے

طاغوت ہر وہ شخص ہے جو حق پر زیادتی کرے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود توڑ دے

افسوس آج ہمارے روشن خیال دانشور اور حکمران طاغوت کی اطاعت کا درس دے رہے ہیں

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں مرکزی ناظم تربیت تنظیم اسلامی محترم مشاہد اسلم صاحب کے 4 فروری 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

محترم حاضرین! سورۃ البقرہ کی جو آیات آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: (لَآ اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ) "دین میں کوئی جبر نہیں ہے"۔ (سختی نہیں ہے) ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ "تحقیق واضح کر دیا گیا۔ رشد و ہدایت کا راستہ سرکشی و بغاوت کے راستے سے"۔ ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ﴾ "پس جس کسی نے انکار کر دیا طاغوت کا اور اللہ پر ایمان لے آیا"۔ ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ "تو اس نے بڑے مضبوط کنڈے کو تھام لیا"۔ ﴿لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ "یہ ٹوٹنے والا نہیں ہے"۔ ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ "اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔ آگے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان والے ہیں"۔ ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ "اور اللہ انہیں نکالتا ہے اندھیروں سے اجالے کی طرف"۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "اور جو کافر ہیں"۔ ﴿اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ﴾ "ان کے دوست (ان کے پشت پناہ) طاغوت ہیں"۔ ﴿يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾ "وہ طاغوت انہیں نکالتا ہے (لے جاتا ہے) اجالے سے اندھیروں کی طرف"۔ ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "یہی لوگ ہیں جہنمی جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اس وقت کے نمرود بادشاہ کا فرمایا: "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ابراہیمؑ کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔ اس بنیاد پر کہ اللہ نے اسے ملک (بادشاہت) عطا کی تھی"۔ (اس بنا پر اس نے اپنے آپ کو خدا سمجھ لیا) "(چنانچہ) حضرت ابراہیم نے اس سے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے مارتا ہے اس نے کہا میں بھی زندگی بخشتا اور مارتا ہوں (یہ تو میں بھی کرسکتا ہوں)"۔ چنانچہ ایک بے گناہ کو پھانسی پر چڑھا دیا اور جو گناہ گار تھا اسے چھوڑ دیا۔ "پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ تم اس کو مغرب سے نکال کر دکھاؤ تو اس پر وہ کافر (جو اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا) ششدر اور حیران ہو کر رہ گیا (لاجواب ہو گیا) اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

یہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں۔ ان میں پہلے اللہ نے اپنی عظمت اپنی قدرت بیان فرمائی اور پھر ایک اس شخص کا تذکرہ کیا جسے اللہ ہی نے بادشاہت عطا کی تھی۔ اللہ ہی نے اُسے قدرت بھی دی تھی لیکن وہ خدا کا باغی (طاغوت) بن گیا۔ اصل میں آج میرا موضوع یہی ہے۔ یعنی طاغوت کی پہچان اور اس سے اجتناب۔ چنانچہ قرآن حکیم میں جن مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اس کا تذکرہ میں آپ کے سامنے کروں گا تاکہ اس لفظ کے معانی اور استعمالات سے ہم طاغوت کی حقیقت پہچان سکیں۔ طغیٰ اس کا مادہ ہے اور معانی ہے حد سے آگے بڑھ جانا' حد سے نکل جانا۔ قرآن حکیم میں 29 ویں پارے میں آیا ہے: ﴿لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ﴾: (حاقۃ: 11) یہ حضرت نوحؑ کے اس طوفان کا ذکر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ پانی حد سے گزر گیا' یعنی اس کی جو حدود تھیں ان سے آگے نکل گیا۔ تو ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کر لیا۔ یوں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ اسی طرح قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کیا تھا۔ تو فرمایا: ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾: (حاقۃ: 5) "ثمود کو ہم نے ہلاک کیا ایک حد سے گزر جانے والی آواز کے ذریعے سے"۔ ایک چنگھاڑ تھی 'ایک چیخ تھی جو ان کی ہلاکت کا سبب بنی۔ آوازیں اگر اپنی حدود میں رہی تو انسان ان کو سنتا ہے' برداشت کرتا ہے۔ لیکن وہی آواز اگر حد سے گزر جاتی ہے تو وہ کانوں اور دلوں کو پھاڑ دیتی ہے۔

حال ہی میں جو ایک بہت بڑا سونامی طوفان آیا ہے سمندر کا پانی اپنی حدود سے نکلا ہے۔ اور اس نے جتنی تباہی اور بربادی پھیلائی ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ یہ ہے حد سے گزر جانا۔ "تدبر القرآن" میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس کو اس انداز میں بیان کیا ہے۔ کہ طاغوت سے مراد ہر وہ وجود ہے' جو بندگی کی حد سے نکل جائے اور ہر وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے۔ تفہیم القرآن میں مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ طاغوت ہر اس شخص کو کہیں گے جو اپنی جائز حد سے نکل جائے اور خدائی کا دعویٰ کرنا شروع کر دے۔ تفسیر فی ظلال القرآن جو کہ سید قطب شہیدؒ نے لکھی ہے' وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: طاغوت ہر وہ شخص ہے جو حق پر زیادتی کرے' اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو توڑے' عقیدے اور شریعت کو تسلیم نہ کرے۔ اس کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ اس معانی کے لحاظ سے ہر وہ نظامِ زندگی' تصورِ حیات' ادب' معاشرت' روایات' طاغوت ہیں جو اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے منحرف ہوں اور جو شخص طاغوت کا انکار کر دے اور اللہ کی جانب متوجہ رہے وہی نجات یافتہ ہے۔

میں نے جو آیات ابتدا میں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رشد و ہدایت اور گمراہی کے راستے کو اللہ نے واضح کر دیا ہے۔ لہٰذا دین میں کوئی جبر نہیں ہے' کسی کو زبردستی آج تک مسلمان نہیں بنایا گیا۔ اور جس نے طاغوت کا انکار کر دیا اور اللہ پر ایمان لے آیا وہ ہدایت کے راستے پر ہے۔ گویا ایک بندۂ مومن کی نجات اور اس کی فلاح اس بات میں ہے کہ اللہ پر ایمان لے آئے اور طاغوت کا انکار کر دے۔ یہی رسولوں کی دعوت کا موضوع تھا۔ رسولوں کی دعوت کے ضمن میں جو دو پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ وہ سورۂ نحل کی آیت نمبر 36 میں بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا﴾ "ہم نے ہر اُمت کی طرف رسولوں کو مبعوث کیا' ان کی ہدایت اور ان کی راہنمائی کے لئے ان کو گمراہیوں اور تباہیوں سے بچانے کے لئے"۔ یعنی ان کی آخرت کو سنوارنے کے لئے ہم نے رسولوں کو بھیجا۔ اور پھر فرمایا ان کو ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (نحل: 36) ان کی دعوت کیا تھی (اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ) اللہ کی عبادت کرو' اس کی بندگی کرو' صرف یہی نہیں کیا کہ بندگی کرو ﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ طاغوت سے اجتناب کرو' اس کا انکار کرو' اس کا کہنا نہ مانو' یہ رسولوں کی دعوت تھی۔ یہ نہیں جیسا کہ آج ہمارا خیال ہے کہ ٹھیک ہے یہ چند اذکار کر لو' یا چند عبادات کے طریقے اپنا لو۔ اور جو گمراہیاں معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ جبکہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کے ساتھ طاغوت کے انکار کی بھی دعوت دی۔

اب آپ دیکھیں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے اندر طغیانی کس حوالے سے پیدا ہوئی تھی۔ قوم نے کہا کہ اے شعیب کیا تیری نماز تمہیں یہ کہتی ہے کہ تم ہمیں روکو اس سے جو ہم کرتے ہیں۔ تم اپنی نمازیں پڑھو لیکن ہمیں نہ روکو' غلط کام سے' ان کی طغیانی' ان کی سرکشی یہ تھی کہ وہ معاشی طور پر سرکش ہو چکے تھے۔ وہ کم تولتے تھے' کم ناپتے تھے' اس پر حضرت شعیبؑ نے کہا کہ اللہ کی بندگی اختیار کرو

اور ناپ تول میں کمی کو چھوڑ دو۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اندر بے حیائی اور خباثت انتہا کو چلی گئی۔ انہوں نے اس سے بھی روکا صرف بندگی کا نہیں کہا۔ پس ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ جب تک طاغوت سے اجتناب اور اس کا انکار نہیں ہوگا۔ عبادت بھی کامل اور مکمل نہیں ہوسکتی۔ ہمارا کلمہ شہادت بھی انکار سے شروع ہوتا ہے۔ ”نہیں ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں“۔ ہر معبود کی' ہر طاغوت کی نفی سے ہمارا کلمہ شروع ہوتا ہے پھر اللہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے یہاں بھی فرمایا: ﴿فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ﴾ جس نے طاغوت کا انکار کر دیا اور اللہ پر ایمان لے آیا ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی﴾ اس نے مضبوط کنڈے کو تھام لیا۔ لہٰذا یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اگر معاشرے میں صرف عبادت کی بات ہو تو پھر طاغوت یعنی اللہ کے سرکش اور باغیوں کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ اور معاشرہ افراط و تفریط کا شکار ہو جائے گا۔ لہٰذا آج بھی انہی دونوں پہلوؤں سے اگر کام ہوگا تو مثبت تبدیلی آ سکتی ہے' ورنہ صرف بندگی کی دعوت سے انفرادی سطح پر تو نتائج نکل سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص نمازی بن جائے گا' پرہیزگار بن جائے گا۔ اگر داڑھی نہیں رکھی تھی' تو داڑھی رکھ لے گا' پردہ کر لے گا' لیکن اجتماعی سطح پر جو طاغوت کا کنٹرول ہے وہ ختم نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ ختم نہیں ہوگا' کامل بندگی بھی نہیں ہوسکتی۔ اب ہم دیکھتے ہیں اللہ کے مقابلے میں بندے کی سرکشی کے مرتبے کیا ہو سکتے ہیں۔ جیسے اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت ابراہیمؑ سے جھگڑا شروع کر دیا اور اس بنیاد پر کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہت دی' اس نے اپنے آپ کو خدا سمجھ لیا۔ اس سرکشی کے تین مرتبے ہو سکتے ہیں جو علماء نے بیان کئے ہیں۔ اس کی پہلی سٹیج کیا ہے۔ اصولاً اللہ پر ایمان رکھے' سمجھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مگر اس کے احکامات کی خلاف ورزی کرے۔ اکثریت اس وقت مسلمانوں کی اسی کیفیت میں مبتلا ہے۔ (الا ماشاء اللہ) اللہ کو مانتے ہیں' عوام بھی مانتی ہے' حکمران بھی مانتے ہیں' اصولاً مانتے ہیں لیکن عملاً اس کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں' اسے فسق کہتے ہیں۔ دوسری ہے کہ اصولاً اس کی فرمانبرداری سے منحرف ہو جائے کہ میں نہیں مانتا' انحراف کر دیتا ہے۔ یعنی خود مختار بن جائے کہ جو چاہوں گا' کروں گا' یا اس کے سوا کسی اور کی بندگی کرنا شروع کر دے۔ یہ کفر ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ مالک سے باغی ہو کر' اللہ سے باغی ہو کر' اس کے ملک اور اس کی رعیت میں اپنا حکم چلانے لگے۔ اس آخری مرتبے پر جو بندہ پہنچ جاتا ہے اسے طاغوت کہتے ہیں۔ اور اس وقت حضرات محترم کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ آج بھی ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے قوت و اقتدار دیا ہے۔ لیکن وہ اپنی حدوں سے تجاوز کرتی چلی جا رہی ہے۔ وہ انسان کو انسانیت کی بنیادی اقدار سے گرا کر حیوان بنا رہے ہیں۔ انسانوں کو اپنا محکوم بنا رہے ہیں۔ آج کا امریکہ اور اسکے حکمران اس وقت سب سے بڑا طاغوت ہیں۔ جو تباہی اس وقت وہ لا رہے ہیں وہ سونامی طوفان سے بڑی تباہی ہے۔ بہرحال یہ بات غور طلب ہے کہ انسان طغیانی پر اُترتا کیوں ہے؟ حد کو کراس کیوں کر جاتا ہے؟ اس کا جواب سورۃ العلق میں دیا گیا: ﴿اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی﴾ ”وہ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے' وہ دیکھتا ہے میری کوئی پکڑ ہی نہیں کر رہا ہے۔ میں اللہ کے احکامات توڑ رہا ہوں میرا کوئی ہاتھ نہیں ٹوٹتا۔ میں جھوٹ بولتا ہوں' میری زبان نہیں جلتی۔ اسی طرح بہت زیادہ لوگ بھی طغیانی پر اتر آتے ہیں۔ اس ضمن میں پیر کرم شاہؒ اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں کہ جب مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے اور ایک طاقتور جتھا اس کا فرمانروا بن جاتا ہے۔ یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے' مال و دولت دیا ہے' ہنر دیا ہے' ٹیکنالوجی دی ہے۔ اب وہ ایک جتھا بن گیا ہے اور انکا ایک حکمران اور ایک فرمانروا بن گیا۔ تو وہ اپنے آپ کو سب سے مستغنی سمجھے لگتا ہے۔ نہ اسے اللہ کی پرواہ ہوتی ہے نہ رسول کی بلکہ اس کے جی میں جو آتا ہے' کر گزرتا ہے۔ بہرحال کسی انسان کی سرکشی یا کسی قوم کی سرکشی کا پہلو یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری کوئی گرفت نہیں ہے یہی شخص یا گروہ طاغوت بن جاتا ہے۔ اور طاغوت کیا کرتا ہے: ﴿یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ﴾ وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لاتا ہے۔ آج پوری دنیا کو اندھیر نگری بنایا جا رہا ہے اس طاغوت کے جھنڈے تلے۔ یہ دنیا کے اندر نتیجہ نکلتا ہے' قومیں سسکنا شروع ہو جاتی ہیں' تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ قتل و غارت شروع ہو جاتی ہے۔ بہرحال اسی سرکشی کو ختم کرنے کے لئے صحابہؓ دنیا میں نکلے ہیں۔ تاہم کسی فرد کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا گیا' یہ اسلام کی تاریخ ہے روز روشن کی طرح۔ لیکن جو طاغوت بیٹھے ہوئے تھے' جو قیصر و کسریٰ تھے ان کا انکار کیا گیا۔ انہیں ختم کیا گیا۔ کیونکہ رسول تو آئے ہی اسی لئے تھے ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ لہٰذا ہم تاریخ اسلام میں دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ نے بھی یہی دعوت دی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رستم کو کہا تھا کہ ہم اس لئے آئے ہیں: ((لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ الْجَھَالَۃِ اِلٰی نُوْرِ الْاِسْلَامِ)) یہی اس آیت کی تشریح سمجھ لیجئے کہ ہم کوئی دنیا کمانے کے لئے یا ملکوں کو فتح کرنے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ اس لئے آئے ہیں تاکہ انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر نور اسلام سے متعارف کرا دیں۔ اور دوسرا ہمارا کام کیا ہے ((وَمِنْ جَوْرِ الْمُلُوْکِ اِلٰی عَدْلِ الْاِسْلَامِ)) اور یہ جو بادشاہوں نے طاغوتوں نے انسانوں پر ظلم و ستم ڈھایا ہوا ہے۔ ان کے ظلم و ستم سے نکال کر عدل اسلام سے متعارف کرا دیں۔ اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ربیع بن عامرؓ کو نمائندہ بنا کر بھیجا انہوں نے جا کر رستم کو یہ کہا تھا' وہ الفاظ بہت خوبصورت ہیں۔ یہاں انہوں نے عبادت کو اور عبد کو جمع کر دیا۔ اور انہوں نے کہا: ((لِنُخْرِجَ الْعِبَادَ مِنْ عِبَادَۃِ الْعِبَادِ)) ہم اس لئے آئے ہیں کہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکالیں (اِلٰی رَبِّ الْعِبَادِ) اور انہیں بندوں کے رب کی غلامی میں دے دیں۔ یہ ہے جو اسلام نے اور صحابہؓ کرام نے کام کیا ہے یعنی اللہ کی بندگی کا نظام متعارف کرایا اور باطل نظاموں کی بیخ کنی کی۔ آج کی دنیا کا جو طاغوت ہے۔ دنیا اس کی بندگی کر رہی ہے۔ اس کی اطاعت کر رہی ہے۔ افسوس کہ ہمارے مسلم حکمران اسی طاغوت کی پیروی کر رہے ہیں۔ آج ہمارے روشن خیال دانشور اور حکمران ہمیں طاغوت کی اطاعت کا درس دے رہے ہیں۔ ہمارا میڈیا وہی فحاشی اور عریانی' وہی بندروں کی طرح ناچ گانا عام کر رہا ہے جو طاغوتی تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ جبکہ رب کہتا ہے کہ طاغوت کا انکار کرو۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے ملک میں ہر برائی کی حفاظت کی جا رہی ہے اور ہر اچھائی کو برائی کہا جا رہا ہے۔ ایک طرف پٹرول کی قیمتیں اور مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے کہ عام آدمی کے لئے دو وقت کی روٹی پوری کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ تو دوسری طرف جشنوں اور شراب نوشی پر اربوں لٹائے جا رہے ہیں۔ دین سے دوری اور طاغوت کی پیروی کا اب یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ہم اپنے دشمن اور متعصب ہندوؤں کو تو گلے لگا رہے ہیں اور اپنے مخلص اور دین کے محافظ بھائیوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہو جائے اور ہم عذاب الٰہی سے بچ جائیں تو ہمیں قرآن کی تعلیم کے مطابق اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ طاغوت کا انکار کرنا ہوگا۔ نیز ہمیں حق بات کہنے اور حق کا ساتھ دینے کو اپنا وطیرہ بنانا ہوگا' خواہ اس کے لئے کوئی منصب یا کوئی مفاد ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔ یہی اسلام کا راستہ ہے۔ اس راستے سے ہٹ کر ہم مسلمان کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

(مرتب: فرقان دانش خان)

[illegible]

☆ منفرد رفیق حلقہ لاہور' عمر دراز قریشی کے والد محترم قضائے الٰہی سے گزشتہ دنوں رحلت کر گئے۔

☆ گزشتہ دنوں ناظم بیت المال تنظیم اسلامی' لاہور چھاؤنی عبدالرزاق کے برادر نسبتی کا انتقال ہو گیا۔

☆ نقیب اسرہ شیخو پورہ احمد شاہ نواز کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

امریکی اداروں کی رپورٹ

ایوب بیگ مرزا

امریکہ کے مختلف تھنک ٹینک ایک عرصہ سے اس نوعیت کی پیش گوئیاں کر رہے ہیں کہ پاکستان مستقبل قریب میں مزید شکست وریخت سے دوچار ہوگا۔ ان میں سے بہت سے تھنک ٹینک ایسے بھی ہیں جن میں بعض شخصیات کی موجودگی سے انہیں سرکاری تھنک ٹینک قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان تھنک ٹینکس کے خیالات کو امریکی سرکار کی رائے قرار دے کر یہ کہا جاتا رہا کہ امریکہ پاکستان کے حوالے سے یوں سوچ رہا ہے۔ ایک رائے یہ بھی تھی کہ درحقیقت یہ ان تھنک ٹینکس کی حکومت امریکہ کو ان خطوط پر کام کرنے کی تجاویز ہوتی ہیں جو وہ دنیا کے سامنے پیش گوئی کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جس ملک کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرنا مقصود ہو وہاں مایوسی اور یاس کی فضا پیدا کی جائے اور حکومت مخالف لوگوں میں ریاست کی مخالفت کے بیج بوئے جائیں۔

راقم کی ذاتی رائے بھی یہی تھی اور کسی حد تک اب بھی ہے کہ امریکہ کی سرکاری پالیسی کو روبہ عمل کرانے کے لئے یہ تھنک ٹینکس راہ ہموار کرتے ہیں البتہ یہ بات طے ہے کہ یہ لوگ محض ہوا میں تیر نہیں چلاتے کسی ملک میں ایسے حالات ہوں جن سے اُسے مستقبل میں شکست وریخت کا سامنا کرنا پڑسکتا ہو تبھی بات کو بڑھا چڑھا کر بھی پیش کرتے ہیں اور مزید خرابی پیدا کرنے کے لئے ایسے انکشافات بھی کرتے ہیں۔ اور امریکی مفاد کے مطابق معاملات کو ڈھالنے کے لئے ہر ممکن حربہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان کے حوالہ سے اب بات تھنک ٹینکس سے آگے بڑھ کر خالص سرکاری اداروں کی رپورٹ کے طور پر سامنے آئی ہے وہ بہت تشویشناک ہے پھر یہ کہ ملک کی داخلی صورت حال جو رخ اختیار کرتی چلی جارہی ہے اور بھارت کے رویے میں جو جارحانہ انداز پیدا ہورہا ہے اس پس منظر میں سرکاری اداروں کی رپورٹ نظرانداز کرنا درست نہیں ہوگا۔ کسی تبصرے سے پہلے ان اداروں کی سرکاری رپورٹ جو اخبارات میں آئی ہے وہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مفید ہوگا۔ یہ خبر واشنگٹن سے اے این این نے جاری کی ہے۔ سرکاری اداروں کی رپورٹ کچھ یوں ہے: ”امریکی خفیہ اداروں نے دعویٰ کیا ہے کہ آئندہ دس سالوں میں پاکستان ایک ناکام ریاست ثابت ہوگی' ملک میں خانہ جنگی' مکمل طالبانزیشن اور جوہری ہتھیاروں کے کنٹرول کی کشمش کے باعث پاکستان کے حالات سابق یوگوسلاویہ جیسے ہوجائیں گے کئی دہائیوں کی سیاسی اور معاشی بدانتظامی' متصادم پالیسیوں' لاقانونیت' کرپشن اور لسانی اختلافات کے باعث پاکستان اتنی آسانی سے بحالی کی طرف نہیں جا سکتا۔ خانہ جنگی' قتل وغارت' صوبوں کے درمیان رقابتوں' جوہری ہتھیاروں پر کنٹرول اور مکمل طالبانزیشن کے باعث 2015ء تک پاکستان ناکام ریاست میں تبدیل ہو جائے گا۔ مرکزی حکومت کا کنٹرول پنجاب اور کراچی تک محدود ہو جائے گا“۔ اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان کے برطانیہ میں سابق ہائی کمشنر واجد شمس الحسن نے بلوچستان میں آپریشن کی تیاریوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور ایک مضمون کے حوالہ سے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ شاید یہ سب کچھ امریکہ کی سراغ رساں ایجنسیاں سی آئی اے اور این آئی سی کے منصوبے کے مطابق ہورہا ہے۔

اس رپورٹ کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو اس میں بعض تضادات موجود ہیں اگرچہ اس میں قطعی طور پر کوئی شک نہیں کہ بلوچستان میں حالات انتہائی سنگین ہیں۔ مختلف مواقع پر فوجی کارروائیوں سے وہاں بہت اشتعال پیدا ہو چکا ہے اور قوم پرست رہنماؤں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے خلاف ان کے جذبات شدت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں خصوصاً قبائلی علاقہ میں خانہ جنگی کی کیفیت ہے۔ صوبہ سندھ کالاباغ ڈیم کی تعمیر کے حوالے سے مرنے مارنے پر تلا ہوا ہے۔ سیاست دانوں اور فوجی حکمرانوں کے درمیان اختلافات ذاتی دشمنی میں بدل چکے ہیں۔ حکومتی پارٹی کے بندھن کی وجہ سے کچھ ظاہری لحاظ رکھے ہوئے ہے وگرنہ اندروں جماعت زبردست اختلافات بلکہ انتشار کی کیفیت ہے۔ ماضی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اپوزیشن کی مختلف جماعتیں اپنے اختلافات کے باوجود حکمرانوں کے خلاف متحد ہو جاتی ہیں لیکن آج حکمرانوں سے لڑائی کے ساتھ ساتھ ان کا باہمی سرپھٹول بھی جاری ہے حالت یہ ہے کہ کوئی جان نہیں رہا کہ کون کس کا اتحادی اور کون کس کا حریف ہے۔ پارلیمنٹ میں کوئی مثبت کام نہیں ہو رہا شور شرابوں اور ہنگاموں میں وقت ضائع ہورہا ہے۔ صوبوں میں منافرت اور ان کے درمیان خلیج میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ عدلیہ نظریہ ضرورت کے استعمال سے مذاق بن کر رہ گئی ہے اور عوام کا اعتماد مکمل طور پر کھوچکی ہے۔ حکومت کی عوام میں جڑیں نہیں ہیں اس حکومتی کمزوری نے انتظامیہ اور بیوروکریسی کو بے لگام کردیا ہے۔ اور وہ عوام کی ٹوٹی ہوئی کمر پر مہنگائی کے مزید تازیانے مار رہی ہے۔ مہنگائی کی ماری ہوئی عوام میں خودکشیوں کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ صبر وتحمل کا دامن اُن کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔ اس حالت میں بے ضابطگیوں اور بدعنوانی میں ملوث نہ ہونے کی توقع کرنا بے سود ہے۔ اس حالت میں تو حب الوطنی جیسے الفاظ بھی کھوکھلے محسوس ہوتے ہیں۔ مذہبی جماعتوں کے درمیان ظاہری اتحاد موجود ہے لیکن ان کا معاملہ بھی یہ ہے کہ اس اتحاد کے باوجود بھی ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں لہٰذا کسی بڑی سطح پر خانہ جنگی کی پیش گوئی اگر کی جاتی ہے تو وہ ایسی غیر متوقع نہیں ہوتی' اس کی ایک سے زائد بنیادیں موجود ہیں۔ البتہ جوہری ہتھیاروں کے حوالہ سے اس رپورٹ میں جو بات آئی ہے وہ درست معلوم نہیں ہوتی فی الحال فوج کا اُن پر مکمل کنٹرول ہے۔ یہ امریکیوں کی اپنی بدنیتی ہے حقیقت میں پاکستان کے جوہری ہتھیار انہیں صرف ایک مسلمان ملک کا اثاثہ ہونے کی وجہ سے کھٹکتے ہیں فی الحال دور دور بھی ایسے امکانات نہیں ہیں کہ فوج کی ان ہتھیاروں پر گرفت کمزور پڑے۔ البتہ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ کس طرح دہشت گردوں کے کنٹرول کا عذر پیش کرکے خود ان ہتھیاروں تک رسائی حاصل کرسکے۔ جہاں تک پاکستان میں طالبانزیشن کا تعلق ہے امریکہ نے یہ اصطلاح نظام اسلام کے لئے گھڑی ہے اگر پاکستان میں یہ ہوجائے (یعنی نظام اسلام کا نفاذ) تو امریکہ تیرے منہ میں گھی شکر اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بھی دور دور کوئی امکانات نظر نہیں آتے۔ طالبان نے جو افغانستان میں نظام قائم کیا تھا وہ اسلام کی طرف پیش رفت تو تھی مگر مکمل اسلامی نظام نہیں تھا اس کے باوجود دشمنوں کو بھی یہ مانے بغیر چارہ نہیں تھا کہ طالبان اپنے کنٹرول شدہ علاقے میں مثالی نظم ونسق اور امن وامان قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے سوال یہ ہے کہ انتہائی بدنظمی' لاقانونیت اور انتشار سے طالبانزیشن کیسے برآمد ہو جائے گی اور اس وقت جو ملک کے حالات ہیں ان میں طالبانزیشن بھی ایک بہت بڑی نعمت ہوگی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ طالبانزیشن کی پیش گوئی تو اس لئے کی جارہی ہے تاکہ امریکہ جوہری ہتھیاروں کے حوالہ سے اگر پاکستان میں کوئی کارروائی کرنا چاہے تو اسے عذر بنا سکے۔

علی برادران کی گرفتاری

سید قاسم محمود

ناگپور میں خلافت کانفرنس نے بعض نہایت اہم قراردادیں منظور کی تھیں۔ حکومت برطانیہ یونانیوں کی نہایت طرف دار تھی اور اب یونانی ترکوں کے مقابلے میں جگہ جگہ شکست کھا رہے تھے۔ خلافت کانفرنس نے یہ قرارداد منظور کی کہ مسلم ممالک میں ہندوستانی فوجیں نہ بھیجی جائیں۔ سندھ اور صوبہ سرحد میں تحریک خلافت کو دبانے کے لئے حکومت سخت تشدد کر رہی تھی' اُس کے خلاف اظہار مذمت کیا گیا۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ تحریک خلافت کے لئے تیس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے اور یہ کہ رضا کاروں کے جیش بھرتی کئے جائیں۔

ناگپور کے سالانہ اجلاس سے چھ ماہ بعد آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا جلسہ 28 تا 30 جولائی' بمبئی میں ہوا۔ اس میں ولایتی کپڑے کے اُن تاجروں سے جو کپڑا درآمد کرتے تھے' اپیل کی گئی کہ غیر ممالک سے کپڑا منگانا بالکل بند کر دیں اور ولایتی کپڑے کے جو ذخائر اُن کے پاس ہیں' انہیں ہندوستان سے باہر فروخت کرنے کی کوشش کریں۔

دوسری نہایت اہم قرارداد یہ تھی کہ ہر شہری کا یہ فطری حق ہے کہ اس بات پر اظہارِ رائے کرے کہ سرکاری ملازمین کے لئے یہ مناسب ہے یا نہیں کہ وہ سول یا فوجی ملازمت ترک کریں' اور یہ کہ ہر شہری کا یہ فطری حق ہے کہ ہر سپاہی یا عام شہری سے برملا یہ اپیل کرے کہ وہ ایسی حکومت سے اپنا تعلق منقطع کرے' جس نے ہندوستانی آبادی کی عظیم اکثریت کی تائید اور اس کا اعتماد کھو دیا ہے۔

شراب نوشی کے خلاف پروپیگنڈا جاری تھا اور اس کے ساتھ احتجاجی مظاہرے بھی۔ حکومت نے احتجاجی مظاہروں کو روکا اور بعض مقامات پر ہنگامہ و فساد کی نوبت آئی۔ حکومت کی طرف سے بڑا اشتعال دیا گیا اور لوگوں نے بڑے صبر و ضبط سے کام لیا' پھر بھی کہیں کہیں لوگوں سے کچھ زیادتی ہو گئی۔ اسی بہانے سے حکومت نے جبر و تشدد شروع کر دیا' خصوصاً یو پی بہت ہی سخت اور وسیع پر۔ کئی مقامات پر فائرنگ کی نوبت آئی اور لوگ زخمی ہوئے۔ بہت سے پہلے ہی جیلوں میں تھے اور انہوں نے اپنے مقدمات کی پیروی نہیں کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے استبداد کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں نے تقاضا شروع کیا کہ سول نافرمانی کی جائے' لیکن کانگریس نے (فی الحال) اسے ملتوی رکھا۔

علی برادران کی معافی کا افسانہ

اپریل 1921ء میں لارڈ چمسفورڈ گئے اور اُن کی جگہ لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند ہو کر آ گئے۔ یہ بڑے تیز اور ہوشیار آدمی تھے۔ ڈپلومیسی یا چکمہ دینے کے فن میں ماہر۔ پنڈت مدن موہن مالوی نے گاندھی جی سے لارڈ ریڈنگ کی ملاقات کا انتظام کیا۔ لارڈ ریڈنگ نے بڑی ہوشیاری اور ڈپلومیسی سے گاندھی جی کو یہ باور کرایا کہ اُن کا اور اُن کے طریق کار کا اُن کے دل میں بڑا احترام ہے اور عدم تشدد کے معاملے میں وہ ان کو مخلص سمجھتے ہیں۔ انہوں نے گاندھی جی کو یقین دلایا کہ وہ عدم تعاون کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے۔ مگر باتوں باتوں میں انہوں نے گاندھی جی سے یہ بھی کہہ دیا کہ علی برادران کی بعض تقریریں ایسی ہوئی ہیں جن سے ''تحریک عدم تعاون' سے متعلق گاندھی جی کے خیالات و نظریات کا بطلان ہوتا ہے۔ علی برادران کی بعض تقریریں دکھا کر وائسرائے نے یہ کہا کہ اُن کو ایسے معنی پہنائے جا سکتے ہیں کہ گویا یہ تشدد کے لئے لطیف اور نازک اشارہ ہیں۔ گاندھی جی نے یہ قبول کر لیا کہ ہاں ان تقریروں کو یہ غلط معنی پہنائے جا سکتے ہیں اور گاندھی جی نے علی برادران کو لکھا کہ آپ وائسرائے کی اس غلط فہمی کی تردید کر دیں۔ علی برادران نے گاندھی جی کے کہنے سے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا یہ ہرگز ارادہ نہیں تھا کہ تشدد کے لئے لوگوں کو اشتعال دلائیں۔

چالاک وائسرائے نے فوراً علی برادران کے اس بیان پر اظہار اطمینان کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ انہوں نے ان تقریروں پر علی برادران کے خلاف مقدمہ چلانے کا خیال ترک کر دیا ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اینگلو انڈین اخبارات نے وائسرائے کی فتح کے شادیانے بجانے شروع کر دیئے۔ علی برادران کے نام فوراً مولانا حسرت موہانی کا تار پہنچا' جس کا مضمون یہ تھا:

> ''اگر مسٹر گاندھی نے تم کو اس کی اطلاع دی تھی کہ وائسرائے تمہارے خلاف مقدمہ چلانے والے ہیں اور ایسا بیان دینے پر ارادہ ترک کر دیں گے تو تم سے زیادہ بزدل کوئی نہیں کہ تم نے یہ بیان دیا' اور اگر وائسرائے نے مسٹر گاندھی سے یہ کہا تھا اور انہوں نے تم کو اس کی اطلاع نہیں دی تو اُن سے زیادہ بے ایمان کوئی نہیں''۔

واقعی وائسرائے نے ملاقات کے دوران میں ان تقریروں کی بناء پر مقدمہ چلانے کا قطعی ذکر نہیں کیا تھا۔ خود گاندھی جی نے اپنی طرف سے اس کا اعلان کیا۔ حکومت کی طرف سے نہایت سخت پروپیگنڈے کے باوجود کہ علی برادران کے اس بیان کو ''معافی نامہ'' قرار دیا جائے' مسلمانوں کے دل میں علی برادران کے خلاف کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی' اور نہ اُن کی وقعت و تکریم کم ہوئی۔ البتہ یہ سب کو نظر آ گیا کہ گاندھی جی نے لارڈ ریڈنگ کی ڈپلومیسی سے دھوکا کھایا۔ لارڈ ریڈنگ عوام کی نظر میں علی برادران کو بے وقعت کر کے تحریک عدم تعاون کے ساتھ ساتھ تحریک خلافت کی بھی جان نکالنا چاہتے تھے۔

علی برادران کی گرفتاری:

انگریزوں کو احتجاج تو کسی کا بھی پسند نہ تھا' لیکن خلافت کمیٹی اور اس میں بھی علی برادران کی سرگرمیوں سے وہ بہت بے زار تھے۔ حکومت کا رعب اور خوف بالخصوص مسلمانوں کے دلوں سے بالکل اٹھ گیا تھا اور اُن کی مجاہدانہ فطرت میدان کا مطالبہ کر رہی تھی۔ 8 جولائی 1921ء کو کراچی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ مولانا محمد علی جوہر صدر تھے۔ جتنی جرأت اور شجاعت اُن کی طبیعت میں تھی' وہ سب انہوں نے اپنی اس تقریر میں بھر دی۔ خوب صاف صاف باتیں کہیں' مگر پھر بھی اس میں تشدد کے لئے اشتعال نہیں دلایا گیا تھا' پانچ سو علماء کا فتویٰ کانفرنس میں پڑھا گیا۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ اس کی تائید کی۔ خود مولانا محمد علی نے ایک قرارداد پیش کی۔ اس میں مسلمانوں کے مطالبات کے اعادے کے بعد یہ تھا کہ:

> آج سے فوج میں نوکری کرنا یا رنگروٹوں کی بھرتی میں مدد دینا ہر مومن مسلمان کے لئے حرام ہے اور یہ بھی کہ اگر حکومت برطانیہ نے حکومت انقرہ سے جنگ کی تو مسلمانانِ ہند سول نافرمانی کریں گے۔ مکمل آزادی قائم کریں گے اور احمد آباد کے اجلاس کانگریس میں ہندوستانی جمہوریت کا جھنڈا بلند کریں گے۔

مولانا محمد علی کی اس قرارداد کی تائید میں مولانا حسین احمد مدنی' پیر غلام مجدد اور مولانا نثار احمد کانپوری نے بھی تقریریں کیں۔ حکومت نے مولانا محمد علی کی اس تقریر کو مقدمہ چلانے کے لئے منتخب کیا۔ مولانا محمد علی سیاسی دورے پر تھے اور آسام سے مدراس جا رہے تھے۔ اُن کو ایک اسٹیشن پر گرفتار کیا گیا۔ یہ ستمبر 1921ء کی بارہ تاریخ تھی۔ حکومت نے چوبیس گھنٹے تک گرفتاری کی خبر کو دبائے

رکھا۔ تمام ملکوں میں سیاسی تاروں کا سلسلہ بند رہا۔ کئی روز مولانا کو حوالات میں رکھا گیا۔ پھر ایک روز رہائی کا حکم سنا کر فوراً دوبارہ گرفتار کیا گیا اور کراچی پہنچا دیا گیا۔ مولانا شوکت علی بمبئی میں گرفتار ہوئے۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو' جگت گرو شری شنکر اچاریہ آف سرداپیٹ' مولانا نثار احمد کانپوری' پیر غلام مجدد اور مولانا حسین احمد مدنی سب مختلف مقامات سے گرفتار ہو کر کراچی آئے۔

گاندھی جی نے مولانا محمد علی کی خبر ترچناپلی میں سنی۔ انہوں نے اسی روز مولانا کی کراچی والی تقریر ایک جلسۂ عام میں پڑھی اور تمام ہندوستانیوں سے اپیل کی کہ جلسوں میں خلافت کانفرنس کراچی کی قرارداد کا اعادہ کریں۔ مولانا محمد علی کی تقریر جگہ جگہ علی الاعلان پڑھی گئی اور قرارداد ہزار ہا پلیٹ فارموں سے دہرایا گیا۔ نیشنل کانگریس کی مجلس عاملہ نے 5 اکتوبر کو بمبئی سے مندرجہ ذیل بیان شائع کیا:

"یہ قومی وقار اور قومی مفاد کے خلاف ہے کہ کوئی ہندوستانی کسی حیثیت سے ایسی گورنمنٹ کی ملازمت میں رہے' جس نے فوجی سپاہیوں کو اور پولیس کو قوم کی جائز تمناؤں کے پامال کرنے میں اس طرح استحصال کیا ہو' جس طرح رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج کے دوران میں کیا گیا اور جس نے مصریوں' ترکوں' عربوں اور دوسری اقوام کی قومی سپرٹ کے کچلنے کے لئے ہمارے سپاہیوں سے کام لیا"۔

کراچی کا مقدمہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں عظیم مقدمہ ہے۔ جیوری کے سامنے مولانا محمد علی نے مسلسل دو روز تقریر کی۔ یہ فصاحت و بلاغت اور دلائل و براہین سے پُر بڑی عظیم اور یادگار تقریر تھی۔ سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ انہوں نے مسلم سپاہ کو حکومت کی اطاعت سے ورغلانے کے لئے سازش کی۔ جیوری میں ایک یورپین اور دو عیسائی تھے۔ تینوں نے متفقہ فیصلہ دیا کہ یہ جرم مولانا محمد علی اور ان کے رفقاء پر ثابت نہیں ہوا۔ البتہ دوسری دفعات کے تحت دو سال کی قید بامشقت کی سزا سب کو دی گئی۔ جس وقت مولانا محمد علی کی وہ تقریر شائع ہوئی جو انہوں نے جیوری کے سامنے سقراط کے خطاب کے بعد یہ دوسرا خطاب ہے۔

سول نافرمانی کی تحریک

خلافت کمیٹی اپنے ناگپور کے اجلاس ہی میں رضا کاروں کی بھرتی کا فیصلہ کر چکی تھی اور وہ بھرتی ہو رہے تھے اور حکومت اُن کے متعلق یہ کہتی تھی: "وہ فوجی طریق کے ہیں۔ قواعد پریڈ کرتے ہیں' جمعیت و تربیت کے ساتھ مارچ کرتے ہیں اور وردیاں پہنتے ہیں"۔ کانگریس کے بھی رضا کار تھے' مگر وہ یونہی بھگت قسم کے' تیرتھوں میں' میلے ٹھیلوں میں اور گنگا اشنان پر لوگوں کی خدمت کانفرنسوں اور جلسوں میں انتظام ان کا کام تھا۔ پرنس آف ویلز کی آمد (نومبر 1921ء) کی آمد کے ساتھ رضا کاروں کی بھرتی اور تنظیم و تربیت نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ خلافت اور کانگریس کے رضا کاروں نے باہم مل کر ہڑتالیں کرائیں اور ولایتی کپڑے کے بائیکاٹ کے پروگرام کی تعمیل کیلئے سرگرمی سے کام لیا۔ 5 نومبر کو کانگریس کمیٹی نے اپنے دہلی کے اجلاس میں صوبوں کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ سول نافرمانی کریں اور سول نافرمانی کرنے والوں کے لئے اُس نے اعتقادی اور عملی شرائط بھی متعین کر دی تھیں۔ خلافت کانفرنس اور کانگریس کا پروگرام بالکل ملا جلا رہتا تھا۔ سول نافرمانی کے لئے دونوں جماعتوں کے رضا کار مل گئے اور ایسے جوش و ہمت سے انہوں نے سول نافرمانی کی کہ اُن سے جیل خانے بھر گئے۔ چند ماہ کے اندر سول نافرمانی کے اسیروں کی تعداد تیس ہزار تھی۔

جب سے انگریزوں نے بجائے کلکتہ کے دہلی کو دارالحکومت بنایا تھا' یہ وائسرائے کا معمول تھا کہ دسمبر کے دو تین ہفتے کلکتے میں بسر کرتا اور وہیں بڑا دن مناتا تھا۔ پرنس آف ویلز کو بھی بڑے دن پر (25 دسمبر) کلکتے پہنچنا تھا اور وہاں اس سلسلے میں تقریبات کا اہتمام تھا۔ حکومت بنگال نے' اسی خوف سے کہ رضا کار سول نافرمانی کریں گے' ضابطہ فوجداری کی ایک ترمیم کی رُو سے رضا کاروں کی بھرتی خلاف قانون قرار دے دی۔ اس وجہ سے بہت سے لوگ گرفتار ہوئے۔ مسٹر سی آر داس' اُن کی بیوی اور بیٹا بھی اُن ہی میں تھے۔ چند روز کے اندر پنجاب اور یوپی میں بھی رضا کاروں کی بھرتی اور رضا کاروں اور رضا کاروں کے جیش خلاف قانون قرار دیئے گئے۔ دفعہ 144 اور 108 کے تحت بھی بڑی پکڑ دھکڑ ہوئی۔ اس میں سر تیج بہادر سپرو حکومت ہند کے مشیر قانون تھے۔ یہ اُن ہی کی کارگزاریاں تھیں کہ انہوں نے تعزیرات ہند کی یہ دفعات تلاش کر کے نکالیں اور حکومت کو مشورہ دیا کہ سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف ان دفعات کو استعمال کرے۔ اس کے باوجود سر تیج بہادر سپرو ہندوؤں کی نظر میں محب وطن اور قوم پرست ہی رہے۔ بہر حال' رضا کاروں اور لیڈروں کی اتنی گرفتاریاں ہوئیں کہ جیلوں میں جگہ نہ رہی۔

سمجھوتے کی کوشش:

پنڈت مدن موہن مالوی پکے کانگریسی تھے' مگر خلافت تحریک سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی' بلکہ عدم تعاون کی تحریک سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ اُن کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح کانگریس اور حکومت کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے۔ پنڈت مالوی اور محمد علی جناح 21 دسمبر 1921ء کو وفد کی صورت میں وائسرائے سے ملے اور دونوں فریقوں کے درمیان گفت و شنید جاری ہو گئی۔ سی آر داس جیل میں تھے اور گاندھی جی احمد آباد میں۔ اہل وفد نے دونوں سے ٹیلیفون پر گفتگو کی اور حکومت اس پر رضامند ہو گئی کہ سول نافرمانی کے قیدی رہا کئے جائیں۔ گول میز کانفرنس منعقد ہو' اور نئی آئینی اصلاحی سکیم پر غور کرنے کے لئے اس میں کانگریس کے 22 نمائندے شریک ہوں۔ مسٹر سی آر داس' نے یہ مطالبہ کیا کہ ترمیم ضابطہ فوجدار کے تحت جتنے آدمی گرفتار ہوئے ہیں' سب رہا کئے جائیں۔ اس صورت میں علی برادران' کراچی کے قیدی' اور اُس فتوے کے سلسلے میں جو لوگ گرفتار ہوئے تھے' جس پر پانچ سو علماء کے دستخط تھے' وہ سب رہا نہ ہوئے۔ گاندھی جی نے ان سب کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ کراچی کے اسیروں کی رہائی پر حکومت کسی حد تک رضامند تھی' مگر گاندھی جی کے یہ دو مطالبے حکومت نے منظور نہیں کئے کہ فتوے کے سلسلے میں جو لوگ قید ہوئے تھے' وہ بھی رہا کئے جائیں اور احتجاج جاری رکھنے کا حق تسلیم کیا جائے۔ وائسرائے کے جواب سے گاندھی جی کو مطلع کیا گیا اور انہوں نے تار ہی پر اس کا جواب دیا۔

پرنس آف ویلز کی آمد پر کلکتہ میں ایسی مکمل ہڑتال ہوئی کہ قصابوں تک نے اپنی دکانیں بند رکھیں۔ انگریزوں کو بڑے دن پر گوشت نہ ملا اور اس پر اُن کو بڑا غصہ تھا۔ تاہم ہندوستان میں پرنس آف ویلز کا بائیکاٹ کیا گیا اور کامیاب رہا۔ یہی زمانہ کانگریس' خلافت کانفرنس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں کا تھا۔ یہ اجلاس احمد آباد میں منعقد ہو رہے تھے۔ کانگریس کے صدر سی آر داس منتخب ہوئے وہ جیل میں تھے۔ خلافت کانفرنس کے صدر حکیم اجمل خان تھے اور مسلم لیگ کے صدر مولانا حسرت موہانی۔ (جاری ہے)

بقیہ: اداریہ

رشتۂ مودت استوار کئے ہوئے ہے۔ اس وقت عراق کی پوری آبادی کا سب سے بڑا اور سخت اور سنگین مسئلہ امریکیوں کو عراق سے نکالنا ہے' شیعوں' سنیوں اور کردوں کو جہاد کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر بھی اتحاد قائم کر کے عراق کی آزادی اور عراقیوں کے اقتدار اعلیٰ کو مستحکم کرنا چاہئے۔ (ادارہ)

مسلمان کے چھ حقوق

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ عرض کیا گیا: "وہ کیا ہیں؟" آپؐ نے فرمایا: (۱) جب تو مسلمان سے ملے تو اس کو سلام کر۔ (۲) اور جب وہ تجھے دعوت دے تو قبول کر۔ (۳) اور جب وہ تجھ سے بھلائی چاہے تو اس سے بھلائی کر۔ (۴) اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو تو اسے یہ دعا دے یرحمک اللہ (۵) اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر۔ (۶) اور جب اس کی وفات ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔ (صحیح مسلم)

قرآن حکیم اور امن عالم

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دورۂ بھارت کے دوران حیدر آباد میں ایک خطاب جسے وہاں کے معروف روزنامہ سیاست کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اونچی اونچی کمانیں، صاف ستھرا فرش، در و دیوار مکینوں کی خوش سلیقگی اور نفاست پسندی کے آئینہ دار، کافی کشادہ دیوان خانہ، نفیس اور عمدہ اپنی طرح کا فرنیچر، لیکن آج یہاں کا منظر کچھ اور ہی تھا گویا ہر شے اپنے اوج پر ہو۔ رنگ، خوشبو اور روشنی اپنے عروج پر پہنچ چکے ہوں۔ فضائیں روح پرور اور عطر بیز ہوں۔ شامیانے لگے ہوئے۔ سلیقہ سے کرسیاں جمی ہوئیں۔ معلنہ وقت سے کچھ پہلے ہی کئی اصحاب آ چکے تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف قرآنک ٹرسٹ کے زیر اہتمام مفسر قرآن و خطیب محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ''قرآن اور امن عالم'' کے موضوع پر یادگاری لیکچر دینے والے تھے۔ ڈاکٹر سید عبدالمنان صاحب اس تقریب کی صدارت کر رہے تھے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کئی روز حیدر آباد رہے اور ہر روز ان کے مختلف مقامات پر ایک سے زائد خطبات ہوئے۔ قرآنک ٹرسٹ کے صدر اور اراکین نے محترم اسرار احمد صاحب کو اس خصوصی خطاب کے لئے مدعو کیا تھا۔ اسرار صاحب نے کہا کہ قرآن حکیم نے جو دین پوری دنیا کو عطا کیا یہ کوئی نیا دین نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے یہ دین ہے۔ اس کو لئے مختلف پیغمبر آئے اور اس کی تبلیغ کی۔ محترم نے دو اہم اصطلاحات کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ ایمان کے معنی کسی کو امن دینا ہے۔ مطالباتِ ایمان جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مومن امن دینے والا ہوتا ہے اور اس ایمانی زندگی پر جو معاشرت قائم ہوگی وہ اسلام ہے۔ اسلام سلامتی بخشنے والا دین ہے۔ سلامتی سے اسلام کا تعلق ہے اور امن سے ایمان کا تعلق ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بنیادی شے انسان کا داخلی امن ہے۔ اگر انسان کے اندر امن اور شانتی نہیں تو باہر کہاں سے آئے گی۔ اگر اندر ہے تو امن باہر اور معاشرہ میں پھیلے گا۔ اسرار احمد صاحب نے کہا کہ مزاج کے تضادات اور جذباتی عدم توازن کی وجہ سے لوگ جنگ چھیڑتے ہیں۔ ہٹلر کی شخصیت کا اور آج بش کی شخصیت کا تجزیہ کر لیں تو بات واضح ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ انسان کے اندر عالم اصغر ہے اور باہر عالم اکبر۔ دکھ اور خوف کی وجہ سے اندرونی امن متاثر ہوتا ہے۔ ایمان، انسان کو امن دیتا ہے۔ داخل اور دروں کا امن اسی سے ملتا ہے۔ اللہ کی مرضی کے بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہوتا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ یہ سمجھنے سے مزاج کی جھنجلاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ پر جو ایمان رکھتا ہے اللہ اس کو لطف و کرم کی توفیق دیتے ہیں۔ کسی بات پر حزن نہ ہو بلکہ یہ سمجھا جائے کہ جو کچھ ہوا، اللہ کی طرف سے ہوا اور اللہ جو کرے گا ہمارے خیر کے لئے کرے گا۔ ہمارا معاشرہ اسلام اور ایمان کی بنیاد پر قائم ہو اس طرح قلبی سکون اور درونِ ذات کا امن حاصل ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا حدیث شریف ہے مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ضرب سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو۔ اس خصوص میں پڑوسی کے حقوق سے متعلق انہوں نے حدیث شریف پیش کرتے ہوئے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ مجھے گمان ہوا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں شامل نہ کر لیا جائے۔ اسرار احمد صاحب نے کہا کہ سائنسی ترقیات کی وجہ سے دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے۔ ایک عالمی ادارہ کی ضرورت ہے۔ پہلے بھی لیگ آف نیشنز قائم کی گئی لیکن اس کا انجام برا ہوا۔ پھر اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا لیکن اقوام متحدہ بھی بحران سے دوچار ہو گیا چنانچہ عراق پر امریکہ کے حملے کے بعد اقوام متحدہ کے خاتمہ کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب مساوات اور اخوت کی باتیں از کار رفتہ ہو چکی ہیں، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا زمانہ ہے۔ اس پس منظر میں اسلام وحدتِ انسان کا پیغام دیتا ہے، وحدت اللہ یعنی سب کا خالق ایک ہے اور سب آدم و حوا کی نسل سے ہیں۔ اس اعتبار سے سب انسان ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں خواہ وہ ہندو ہوں، مسلمان ہوں، سکھ ہوں، عیسائی ہوں یا کچھ اور اسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ سارے انسان برابر ہیں۔ اونچ نیچ ہوگی تو علم اور تقویٰ کی بنیاد پر۔ اللہ کے نزدیک اسی وجہ سے انسان باعزت ہوگا۔ دنیاوی امتیازات کوئی وجہ نہیں رکھتے۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ نہ گورے کو کالے پر نہ عجمی کو عربی پر۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ایسی باتیں پہلے بھی کہی گئی ہوں گی لیکن تاریخ میں پہلی بار حضرت محمد ﷺ نے مساوات کا درس دیا اور آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مساوات کی بنیاد پر دنیا میں ایک نظام قائم کیا جائے۔ تاریخ اور بدلتے ہوئے حالات اس کا تقاضا کرتے ہیں اس لئے کرہ ارض پر ملٹی نیشنل (ہمہ قومی) اصطلاح عام ہوتی جارہی ہے۔ اس فکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگے چل کر حکومت بھی ہمہ قومی ہوگی۔ ممالک کے درمیان سرحدیں محض لکیریں بن جائیں گی اور دنیا بہت جلد ہمہ قومی حکومت میں تبدیل ہو جائے گی۔ افغانستان کی جنگ اور عراق کی جنگ سے یہی سبق ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سینئر بش (موجودہ بش کے والد) نے عراق کی جنگ جیتنے کے بعد کہا تھا اب دنیا میں ورلڈ آرڈر (عالم نظم) پیدا ہوگا۔ اسرار احمد نے شگفتہ اور عام فہم پیرایہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا امریکہ اور برطانیہ نے پوپ سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ اب یہاں پروٹسٹنٹ حکومتیں ہیں اور یہی دو ممالک یہودیوں کے گڑھ ہیں۔ پوپ کا غلبہ جب سے ختم ہوا ہے مغربی دنیا میں سود جائز قرار پایا ہے۔

اب ممالک کو نوآبادیات نہیں بنایا جائے گا۔ یہ عالمی سطح پر معاشی نوآبادیات کا زمانہ ہے۔ دھیرے دھیرے بڑے بڑے ممالک ساری دنیا کو اپنے معاشی یعنی سودی نظام میں لپیٹ لیں گے۔ گلوبلائزیشن اس کے بعد کا قدم ہے۔ گلوبلائزیشن ہی ورلڈ آرڈر ہوگا اور یہ کوئی نیا ورلڈ آرڈر نہیں یہ تو Jew Order ہوگا۔ محترم نے کہا لوگ تو New York کو Jew York کہتے ہیں۔ ان علاقوں میں یہودیوں کی کثرت ہے لیکن یہ مذہبی یہودی نہیں معاشی یہودی ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں یہودی ہیں وہاں وہاں یہودی حکومت ہو۔ یہودی، نیل سے لے کر دجلہ تک حکومت کے خواہاں ہیں۔ دیوار گریہ اور اردن کا حصہ اس میں شامل ہوگا اور اُدھر استنبول تک یہ پہنچ جائیں گے۔ یہی ورلڈ آرڈر ہوگا، یہودی ورلڈ آرڈر لیکن یہ سب یہودیوں کے لئے نقصان رساں ہوگا۔

اسرار احمد صاحب نے کہا کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بیسویں صدی میں جو ممالک آزاد ہوئے جن میں خاص طور پر مسلم ممالک انہوں نے یا تو ماسکو کو اپنا قبلہ بنایا یا واشنگٹن کو۔ لیکن کسی نے قرآن کو اپنا قبلہ نہیں بنایا۔ انہوں نے تاریخی حقائق کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے بادشاہوں نے گل چھرے اڑائے لیکن یہ صوفیائے کرام ہیں جن کی وجہ سے اسلام پھیلا۔ چنانچہ اب حالات بدل رہے ہیں۔ عالمی سطح پر تبدیلیاں آ رہی ہیں اور آتی جائیں گی۔ بعد ازاں عالمی سطح پر وہی نظام قائم ہوگا جو حضرت محمد مصطفی ﷺ نے چودہ سو برس پہلے عرب میں قائم کیا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کے حوالے سے اپنے خطاب کو موثر اور دلنشین بنایا۔ انہوں نے دیگر شعراء کے بھی لیکن زیادہ تر اقبال کے اشعار سے استفادہ کیا۔ ہر چند کہ ڈاکٹر صاحب روزانہ کئی جلسوں سے خطاب کر رہے تھے لیکن انہوں نے یہاں بھی

بلا تکان لگ بھگ دو گھنٹوں تک خطاب کیا گویا وہ دو گھنٹوں تک سامعین کے قلب و ذہن پر حکمرانی کرتے رہے۔ حاضرین کی کثیر تعداد موجود تھی جس نے نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ اس خطاب کی سماعت کی۔ ابتدا میں قرآنک ٹرسٹ کے صدر ڈاکٹر حسن الدین احمد نے تعارف پیش کیا اور خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اسرار احمد صاحب کے بارے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے لیکن ان کا حقیقی تعارف یہی ہے کہ وہ قرآن مجید کے معتبر مفسر ہیں۔ مفسر کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کی اپنی توفیق بھر کوشش کرتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ان خوش نصیب انسانوں میں شامل ہیں جن کو قرآن حکیم کے مفسر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنی صلاحیت اور محنت سے سمجھے اور اس کو تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں تک پہنچائے۔

حسن الدین احمد صاحب نے کہا کہ اسرار صاحب ان کئی ایک مفسرین خوش نصیب انسانوں کے عظیم قافلہ کے ایک مستند اور باوقار ترجمان ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے شروع ہوا ہے اور جس میں سمرقندی، بغدادی، زمخشری، رازی، آلوسی، بیضوی، ابن کثیر، سیوطی، طنطاوی، رشید رضا، سید قطب اور خود ہمارے وطن عزیز میں سرسید، مولانا ثناء اللہ، حمید الدین فراہی، اشرف علی تھانوی، ابوالکلام آزاد، ابوالاعلیٰ مودودی، وحید الدین خان، امین احسن اصلاحی اور کئی دوسرے مفسرین شامل ہیں۔ حسن الدین احمد صاحب نے اس موقع پر قرآنک ٹرسٹ کا تعارف بھی پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر سید عبداللطیف بلند پایہ عالم دین تھے انہوں نے انگریزی زبان پر اپنے ماہرانہ عبور کو اسلامیات کی نذر کیا۔ انہوں نے انگریزی میں رسالہ Charion جاری کیا اور کئی مقالوں اور کتابوں کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کے ''ترجمان القرآن'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا، بامحاورہ ترجمہ جو قرآن شریف کے ترجموں میں نمایاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہر حیدر آباد سے قرآن حکیم کے انگریزی کے جتنے ترجمے شائع ہوئے ہیں دنیا کے شاید ہی کسی شہر سے ہوئے ہوں۔ جناب یاور بیگ نے انگریزی میں اپنے مقالہ میں کہا کہ انصاف کے بعد امن قائم ہوتا ہے۔ قرآن شریف کا پیغام انصاف کا قیام اور منصفانہ معاشرہ کا قیام ہے۔ انصاف یہ ہے کہ جہاں ناانصافی ہو رہی ہے وہاں سچی بات کہی جائے۔ ظالم بادشاہوں کے سامنے بھی خاموش نہیں ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن سچائی کا پیغام دیتا ہے۔ سید صدیق حسن صاحب نے قرأت کلام پاک پیش کی۔ خلیل احمد صاحب نے ماہر القادری کی نظم ''قرآن کی فریاد'' سنائی۔ اسرار احمد صاحب کو بعض حاضرین نے منٹو شال، عطر اور طغرے وغیرہ پیش کئے۔

گوشہ اقبال

سید قاسم محمود

میری نے نوازی

موجودہ شمارے سے بیسویں صدی کے دنیائے اسلام کے عظیم شاعر، فلسفی، مفکر، سیاسی رہنما، حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی خاص خاص، قومی و ملّی منظومات کی تشریح و تسہیل ''ندائے خلافت'' کے ہر شمارے میں پیش کی جائے گی۔ امید ہے کہ اقبال شناسی اور اقبال فہمی کے ضمن میں یہ سلسلہ پسند کیا جائے گا۔ (مدیر)

کوئی دیکھے تو میری نے نوازی
نفس ہندی، مقامِ نغمہ تازی
نگہ آلودۂ اندازِ افرنگ
طبیعت غزنوی، قسمت ایازی

مولانا غلام رسول نے اس رباعی کی تشریح یوں کی ہے:

''اس رباعی میں اقبال نے انتہائی اختصار کے ساتھ اپنی پوری زندگی بیان کر دی ہے، یعنی ہندوستان میں پیدا ہوا۔ جو پیغام دیتا رہا، وہ عربی تھا۔ یورپی علوم حاصل کرنے کے باعث میری نظر میں یورپ کا اثر کم و بیش باقی رہا اور طبیعت، غنا اور بے نیازی کے اعتبار سے شاہانہ تھی، لیکن قسمت ایسی پائی کہ کسب معاش لئے جو کچھ کرتا رہا، وہ اگرچہ کتنا ہی خود داری پر منحصر تھا، تاہم اس میں دوسروں سے کامل بے نیازی میسر نہ آ سکی، لہٰذا اسے ایازی ہی سمجھنا چاہئے''۔

اقبال نے اس رباعی کے ایک ایک مصرعے میں اپنی شاعری، فکر اور شخصیت کو کھولا ہے۔ میری شاعری گویا بانسری بجانے کا عمل ہے۔ پھونک ہندی ہے جو عربی نغمے میں ڈھل کر نکلتی ہے۔ یعنی میری تخلیقی قوت ہندوستانی رنگ رکھتی ہے، لیکن اس کا اظہار عربی آہنگ میں ہوتا ہے۔ ''نفس'' اُن لفظوں میں سے ہے جو اقبال کے ہاں بار بار آتے ہیں اور کبھی کسی ایک معنی تک محدود نہیں ہوتے۔ اس کے کئی معنی ہیں، جن میں مرکزی اور فوری مفہوم ''سانس'' کا ہے جو نفس کا اصلی طلب ہے۔ باقی معانی اسی مطلب سے پھوٹتے ہیں اور اسی کے حوالے سے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔

تیسرے مصرع میں اقبال نے اپنی فکر کی ماہیت بیان کی ہے کہ میرا چیزوں کو دیکھنے کا انداز مغربی ہے۔ یعنی میرا فکری سانچا مغربی علوم کے زیر اثر تیار ہوا ہے لہٰذا نہ چاہنے کے باوجود دینی اور مابعد الطبیعی حقائق کو بھی اس نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں، جو میں نے مغرب کے فلسفے، سائنس، نفسیات وغیرہ سے اخذ کیا ہے۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام اپنے ایک خط میں اقبال نے یہی بات لکھی ہے:

''میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفے کے مطالعے میں گزری ہے اور یہ نقطۂ خیال ایک حد تک طبیعت ثانیہ بن گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ نگاہ سے حقائق اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں''۔

''نے نوازی'' کے معنوی محاسن جناب احمد جاوید نے یوں بیان کئے ہیں۔ نے نوازی، بمعنی بانسری بجانا۔ نفس بمعنی بانسری بجانے والے کا سانس اور ''مقامِ نغمہ'' بمعنی بانسری کے سوراخ میں ظاہری مناسبت۔ نے نوازی بمعنی شاعری، نفس بمعنی لفظ اور مقام نغمہ بمعنی کیفیت و معنی میں داخلی مناسبت ہے۔ نے نوازی سے رومی کا تصور بھی ابھرتا ہے، یعنی اصل نے نواز تو رومی تھے، میں تو اُن کی تان میں تان ملانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ مطلب ''کوئی دیکھے تو'' کے استہزائیہ انداز سے نکلتا ہے۔ اصل تضاد ''نفس'' اور ''مقام'' میں ہے۔ نفس یعنی سانس کا اصول، حرکت اور فنا ہے، اور یہ سفر، طبیعت، جسم، نسل اور وطن کا مظہر ہے۔ جبکہ ''مقام'' کا اصول استقلال اور دوام ہے، اور یہ منزل، مقصد، روحانیت، قلب، حدت اور آفاقیت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ دونوں اپنے ہر جز میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

تین اہم ترین سوالات کے تناظر میں

نبی محسن

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کے لئے مشعل راہ قرآن و حدیث اور صحابہ کرامؓ کی پاک زندگیاں ہیں۔ انہی کے نقش قدم پر چل کر ایک مسلمان فلاح اخروی سے ہمکنار اور سرخرو ہوسکتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں آپ کی توجہ ان اہم ترین سوالات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو انسانوں سے سب سے پہلے ''عالم برزخ'' میں کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ''عالم امر'' میں بھی اللہ تعالیٰ نے ''ارواح انسانیہ'' سے یہی عہد لیا تھا۔ ہمارے ذخیرہ احادیث میں بھی بار بار یہی سوالات دہرائے جاتے ہیں۔

وہ سوالات یہ ہیں:

(1) مَنْ رَّبُّکَ؟ (2) مَا دِیْنُکَ؟ (3) مَنْ نَبِیُّکَ؟

''1- تمہارا رب کون ہے؟ 2- تمہارا دین کیا ہے؟ 3- تمہارا رسول کون ہے؟''

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کا مزہ اُس شخص نے چکھ لیا جو اس بات پر راضی ہوا کہ اللہ میرا رب ہے اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرا رسول ہے''۔ ان سوالات میں سے ہر ایک کی مختصر وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔

پہلا سوال...... مَنْ رَّبُّکَ؟

پہلا سوال مَنْ رَّبُّکَ تمہارا رب کون ہے؟ قرآن کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ لفظ رب مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ﴾ (البقرہ:21)

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا''۔

سورۃ الشعراء میں فرمایا گیا ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَنِیْ﴾ (البقرہ:78)

''جس نے مجھے پیدا کیا''۔

معلوم ہوا کہ رب خالق یعنی پیدا کرنے والے کو کہتے ہیں۔

اس طرح رب ٹھکانا دینے والے کو بھی کہتے ہیں:

﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا﴾ (البقرہ:22)

''رب وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا''۔

رب اس ذات کو کہتے ہیں جو بھوک میں کھانا اور خوف میں امن دیتا ہے۔

﴿الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ (القریش:4)

''جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے امن میں رکھا''۔

رب بیماری سے شفا دیتا ہے:

﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ﴾ (الشعراء:80)

''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے''۔

زندگی، موت اس کے ہاتھ میں ہے:

﴿وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ﴾ (الشعراء:81)

''اور وہی مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا''۔

رب اس ذات کو بھی کہتے ہیں جو (Directions) یا ہدایات دیتا ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ﴾ (الشعرآء:78)

''جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راہ دکھاتا ہے''۔

گویا کسی بھی خطہ زمین میں جس شخص کے ہدایات کے لوگوں کے تابع ہوتے ہیں اس کی کتاب کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ وہی ان لوگوں کا رب ہوتا ہے جس سے خیر و شر کی توقع کرتے ہیں۔ یہی درحقیقت وہ عہد ہے جو عالم امر میں بھی لیا گیا تھا اور عالم برزخ میں بھی کیا جائے گا۔

قرآن گواہ ہے کہ اللہ کو خالق، مالک، رازق مشرکین بھی مانتے ہیں۔

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ﴾ (یونس:31)

''کہہ دیجئے کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یا کون کانوں اور آنکھوں پر اختیار رکھتا ہے۔ اور کون مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور کون کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ کہیں گے ''اللہ''۔

پھر فرعون نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ میں خالق مالک یا رازق ہوں۔ اس کا دعویٰ حاکمیت کا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔

آپ کا Chief exective میں ہوں۔

﴿اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ﴾ (الزحرف:51)

''کیا مصر کی بادشاہت اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں میری نہیں؟''۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا: ﴿اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی﴾ (طٰہٰ:24) فرعون کے پاس چلے جاؤ وہ باغی ہو گیا ہے! اپنے احکامات لوگوں پر نافذ کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: ﴿اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ (الشعرآء: 22) ''تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے''۔ اس پر فرعون نے کہا: ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰھًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّکَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ﴾ (الشعرآء:29) ''اگر تو نے میرے علاوہ کسی کو خدا بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا''۔ مزید کہا: ﴿ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّہٗ﴾ (المومن:26) ''مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو بلا لے''۔ اس پر رجل مؤمن نے کہا:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ﴾ (المومن:29)

''کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے''۔

یہی دعویٰ آج بش نے بھی کیا ہے سیاست میں سیکولر جمہوریت ہوگی معاشرت میں مادر پدر آزادی ہوگی جبکہ سود پر مبنی معاشی نظام ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ کہتے ہیں We are ready to embrase islam as a religion یعنی اسلام ایک مذہب کے طور پر ہمیں قبول ہے کوئی ایک خدا کو مانے یا زیادہ اس سے ہمیں کیا سروکار ہے۔ جس طرح بھی چاہو عبادات کرو۔ مراسم عبودیت میں آپ بالکل آزاد ہیں۔ لیکن اجتماعی نظام میں آپ جس خدا کو مانتے ہیں اس کا حکم نہیں چلے گا۔ پورے گلوب پر اجتماعی شے جمہور کے تابع ہوں گے یہ فیصلہ وہ کریں گے۔ یہ بش کے منہ کے الفاظ ہیں جو اس نے ابتدائی دور میں کہا تھا: ''مجھے فوج دو، میرے ہاتھوں کو مضبوط کرو (تاکہ جمہوریت پروان چڑھے) اور فرعون نے بھی کہا تھا:

﴿فَاَجْمِعُوْا کَیْدَکُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ (طٰہٰ:64)

''پس تم اپنی چال مکمل کرو پھر اکٹھے ہو کر آؤ''۔

مزید وضاحت کے لئے اب آتے ہیں سورۃ یوسف کی طرف۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ قید خانے میں دو نوجوان داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھتا ہوں''۔ اور دوسرے نے کہا ''میں اپنے آپ کو سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجئے۔ اس پر یوسفؑ نے کہا: ﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا﴾ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔ مزید ﴿وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ اور اس نے اس کو جس کے متعلق خیال کیا کہ وہ ان میں سے رہائی پانے والا ہے کہا ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا''۔ یہاں رب کا مطلب حاکم' بادشاہ ہے۔ جس کے قانون کے نیچے لوگ زندگی گزارتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس خدا کی کتاب کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ بقول شاعر ؎

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کیسا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں

خدا کی زمین پر غیر اللہ کا حکم قائم ہے۔ خدا کی زمین فساد سے بھری ہوئی ہے۔ ہم سیاسی شرک میں مبتلا رہتے ہیں۔

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اس انداز میں جب رب کی وضاحت کی جاتی ہے تو پھر یہ لوگ منہ موڑ لیتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:46) ''جب تو قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتا ہے تو وہ نفرت سے اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاتے ہیں''۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے تھا

جو شخص توحید پر کاربند رہے اور رب کو ان صفات کے ساتھ مانے جو قرآنی آیات کے ذریعے اوپر واضح کی گئی ہیں' وہی شخص اس سوال کا جواب دے سکے گا کہ تمہارا رب کون ہے؟ ایسا شخص یقیناً جواب دے گا کہ میرا رب اللہ ہے۔ (جاری ہے)

کیبل اور انٹرنیٹ کی تباہ کاریاں

فرید اللہ مروت

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بے بہا ترقی اور ہماری زندگی میں بڑھتے ہوئے عمل دخل کی وجہ سے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے اس کے برے اثرات سے بھی اپنے معاشرے کو بچانے کی کوشش کریں۔ کیبل' انٹرنیٹ اور ٹی وی وغیرہ سے اخلاقی اقدار پر جو برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس سے بظاہر ہمارا ملک بھی چند ہی سالوں میں اخلاقی تنزل کے لحاظ سے امریکہ اور یورپ جیسے اخلاق باختہ ممالک کے برابر آ سکتا ہے۔ کیبل' انٹرنیٹ اور پی ٹی وی معلومات کے حصول کے ذرائع سمجھ کر استعمال کئے جاتے ہیں' مگر پی ٹی سی ایل کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ایک افسر کے مطابق 80 فیصد سے زائد لوگ ان سہولیات کو غیر اخلاقی مواد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ غیر اخلاقی تصویریں' گانے اور فلموں کے ہوتے ہوئے غیر پختہ ذہن کے حامل بے روزگار نوجوان نسل کے لئے خصوصاً اس میڈیا کیبل و انٹرنیٹ کا صحیح استعمال ممکن نہیں۔

سب سے پہلے تو ہم پی ٹی وی کے اثرات پر غور کریں۔ ٹی وی وہ میڈیا ہے جس نے پاکستان کی 90 فیصد عورتوں کا برقعہ پچھلے پچاس سالوں میں اتروا دیا' اسی وجہ سے ہندو بھی کشمیریوں کو چڑاتے ہیں کہ کیا تم ایک غیر اسلامی سیکولر پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کی جدوجہد کر رہے ہو کہ جس کی عورتوں نے آزادی سے قبل ہندوؤں کے درمیان رہتے ہوئے پردہ نہیں اتارا اور آزادی ملتے ہی نہ صرف پردہ اتر گیا بلکہ کپڑے بھی کم ہونا شروع ہو گئے۔

مسلمان معاشرے پر حملے کے لئے مغربی ممالک نے ٹی وی کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور اس کے ذریعے وہ پاکستانی معاشرے سے خاندانی نظام' مشرقی اقدار اور اسلام کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اور اب بلدیاتی نمائندگی' اقلیتوں' انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کے نام پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے رہے' اس لحاظ سے اب ٹی وی کے نقصانات اس کے فائدوں سے کئی گنا بڑھ گئے۔

ٹی وی ڈراموں اور پروگراموں کے ذریعے گھریلو اور مذہبی گھرانوں کی عورتوں تک بھی پہنچ گیا۔ ٹی وی ہندوؤں اور انگریزوں کی ثقافت ہم تک پہنچا رہے ہیں۔ نظری شہوانیت کے فروغ کے لئے اب کیبل ٹی وی حکومتی سرپرستی میں چلائی جا رہی ہے۔ کیبل اور پی ٹی وی کے ناچ گانے دیکھنے والی قوم کو اغیار کی ان سازشوں کا کیسے علم ہو جو کیبل کے درپردہ پھیلا رہے ہیں۔ کیبل کے بیسوں چینل کے ہوتے ہوئے نماز کے لئے کون اٹھے گا' جبکہ کافر اور مسلمان کے درمیان فرق ہی صرف نماز کا ہے۔ پی ٹی وی نے عورتوں کا برقعہ اتروایا اور کیبل اب عورتوں کی رہی سہی شرم و حیا نکال رہا ہے۔ حدیث کے مطابق جس شخص کی شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے پھر وہ جو چاہے کر لیتا ہے۔

ہماری حکومت بجائے ان برائیوں کے روکنے کے' وہ طاغوت کی آلہ کار بن کر عوام میں فحاشی پھیلانے میں ان کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہی ہے۔ کیبل کے چینلوں پر بھارتی اور انگریزی فلمیں دکھانے سے عورتوں اور بچوں پر نہایت برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ٹی وی اور کیبل کی داستانیں دیکھ کر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکے اور لڑکیاں عشق کر بیٹھتے ہیں' اور والدین کی نیک نامی کے بجائے بدنامی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ انگریزی دان طبقہ اور این جی اوز یہی چاہتے ہیں کہ ہماری اولادوں کو لو میرج کے نام پر والدین سے لڑوایا جائے۔ اور حقوق نسواں کے نام پر گھریلو عورتوں کو مردوں کے خلاف کھڑا کیا جائے۔ اسی طرح خاندانی نظام تباہ کر کے پاکستان پر فوجی حملہ کئے بغیر ہی فحاشی سے ہی ہمیں دین اور اقدار سے باغی کر دیں گے۔ اخلاقی گراوٹ کی ابتداء پی ٹی وی سے ہو کر کیبل کے ذریعے انٹرنیٹ پر ختم ہوتی ہے۔

کیبل نیٹ ورک والے لوگوں کو انٹرنیٹ پر موجود اخلاق باختہ فلموں کا آہستہ آہستہ عادی بنا رہے ہیں۔ کئی جگہ بلیو پرنٹ فلمیں بھی چلائی جاتی ہے' جبکہ مختصر کپڑوں والے مناظر تو اکثر آ ہی جاتے ہیں۔

امریکہ میں اس وقت کئی لاکھ جوڑے ایسے ہیں جن کی ازدواجی زندگی انٹرنیٹ کی وجہ سے تباہ ہو کر رہ گئی ہے' کیونکہ ان کے ساتھی کی انٹرنیٹ پر بے شمار دوستیاں اور تعلقات تھے' وہ اپنے گھر' بیوی' بچوں کو بہت کم وقت دیتے تھے۔ اور انٹرنیٹ کی حسین دنیا میں ہی رہنا پسند کرتے تھے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام دینی جماعتیں اور والدین متحد ہو کر انٹرنیٹ کمپنیوں اور حکومت کو انٹرنیٹ پر فلٹر لگانے پر مجبور کریں۔ ورنہ کل کلاں اگر ٹی وی اور کیبل پر معیوب فلمیں برسرعام چلنا شروع ہو گئیں تو ہمارے لئے ان سے بچنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

آج کفر اور اسلام کی جنگ واضح طور پر قریب آ چکی ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں' این جی اوز اور کفر کی ایجنٹ حکومتوں کے ارادوں کی راہ میں ہمیں دیوار بننا ہو گا۔ اور اس کا واحد طریقہ اپنے اوپر اور اپنے معاشرے میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جان و مال سے انتھک کوشش کرنا ہے' وگرنہ ہماری آنے والی نسلوں کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

فیشن ایبل عورت؟

محمود الحسن

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ کَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا)) (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور مردوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں ان کے سر بختی اونٹ کے ٹیڑھے کوہان کی طرح ہیں وہ نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی''۔

حضور ﷺ نے ان بے لگام عورتوں کی نشانیاں بتائی ہیں جو دوزخ کا ایندھن بنیں گی۔

کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ

''وہ کپڑے پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ستر چھپانے کے لئے کپڑے نہیں پہنتیں بلکہ وہ ایسا باریک یا چست لباس پہنتی ہیں جس سے ان کے حسن و جمال کی چمک دمک نمایاں ہو اور ان کے بدن کی جھلکیاں دیکھنے والوں کو مقناطیس کی طرح کھینچ لیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو عورت ایسا لباس پہنے جس سے اس کا سارا بدن عریاں یا نیم عریاں ہو جائے وہ فی الواقع ننگی ہے۔

حضور ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

((رُبَّ کَاسِیَةٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَةٌ فِی الْاٰخِرَةِ)) (بخاری)

بہت عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں کپڑے پہنتی ہیں مگر آخرت میں ننگی ہوں گی''۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ باریک یا نیم عریاں لباس پہننے والی عورتوں کو قیامت کے دن ذلیل اور رسوا کیا جائے گا اور ان کو بہت سخت سزا ملے گی۔

مُمِیْلَاتٌ

''لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں''۔

اپنے حسن و جمال اور زینت و آرائش کی نمائش کر کے وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اس لفظ کا دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کو بری راہ پر ڈالتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کو فسق و فجور کا خوگر بناتی ہیں اور ان میں بے حیائی اور فحاشی پھیلاتی رہتی ہیں۔

مَائِلَاتٌ

''وہ مردوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں''۔

مطلب یہ ہے کہ ذواقہ ہونے کی وجہ سے وہ نامحرموں کی تاک میں رہتی ہیں اس لفظ کا دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ ''وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کرتی رہتی ہیں''۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ پسند ہونے کی وجہ سے وہ بڑی بے شرم اور آوارہ مزاج ہوتی ہیں۔

رُءُوْسُهُنَّ کَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ

''ان کے سر بختی اونٹ کے ٹیڑھے کوہان کی طرح ہیں''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نسوانی حیا کے جذبہ سے عاری ہو جاتی ہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مردوں کو گھورتی رہتی ہیں اور ان کی گردنیں ناز سے ایک طرف کو جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔

عریانی پسند صاحبزادیوں کی نگاہ میں پاکدامنی اور شرم دقیانوسی نظام کا وہم ہے۔ اس لئے وہ بے حیائی' بدکاری اور عیاشی کے مشغلوں کو پسند کرتی ہیں بلکہ ''ترقی اور ثقافت'' کے اس مشن کو وہ سادہ لوح خواتین میں رواج دینے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ ''آزادی'' کی اس نعمت سے حوا کی کوئی بیٹی محروم نہ رہے۔

بڑے رنج اور افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہماری خواتین چست اور باریک لباس پہننے میں کسی بگڑی ہوئی قوم سے پیچھے نہیں ہیں۔ مسلمان عورت کو ایسا باریک لباس نہ پہننا چاہئے جس سے اس کے بدن کا رنگ صاف طور پر نظر آئے۔

ایسے باریک کپڑے کا دوپٹہ اوڑھنا بھی جائز نہیں ہے جس کے نیچے سے سر کے بال نظر آ رہے ہوں۔

حضرت حفصہؓ اپنی پھوپھی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جب باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے حاضر ہوئیں تو انہوں نے اس دوپٹے کو چاک کر کے اسے موٹا دوپٹہ اوڑھنے کے لئے دیا۔ (موطا مالک)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر خواتین پر رحم فرمائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت:

﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ﴾ (النور)

''اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں''۔

نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی موٹی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور اوڑھ لئے حضرت عائشہؓ نے انصار کی عورتوں کی بھی تعریف کی اور فرمایا کہ جب سورۃ النور کی مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے کرتے پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنا لیں۔ (ابوداؤد)

جاہلیت ...... چاہے قدیمہ ہو یا جدیدہ ...... ایک ایسی تہذیب کی علمبردار ہے جس میں بے حیائی فیشن کی حیثیت سے فروغ پاتی ہے اور بدکاری و بے راہ روی نہ صرف یہ کہ معیوب نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف بلند ہونے والی آواز کو رجعت پسندی کی علامت قرار دیا جاتا ہے حالانکہ شرم و حیا ایمان کا اہم شعبہ ہے اور اسلام میں بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں کی اجازت ہے اور نہ گنجائش ہے۔ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کی طرف سے امت کو جو ''اصولی تعلیمات'' پہنچی ہیں اس کے اہم نکات یہ ہیں:

1) لباس اور وضع میں عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

2) عریاں ہونا جائز نہیں ہے الا یہ کہ آدمی رفع حاجت کے لئے جائے یا بیوی کے پاس جائے اس صورت میں بھی آدمی کو صرف ضرورت کی حد تک عریاں ہونے کی اجازت ہے ضرورت سے زیادہ یا بغیر کسی وجہ کے عریاں ہونا ممنوع ہے۔

3) جسم کے جس حصہ کا کھولنا یا دکھانا باعث شرم و عار ہو وہ ''ستر'' ہے جلوت اور خلوت میں ستر کھولنا جائز نہیں ہے۔

مرد کے لئے مرد کا ستر اور عورت کے لئے عورت کا ستر ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے۔ مرد کے لئے عورت کا ستر اس کا سارا بدن ہے سوائے اس کے چہرے اور ہاتھوں کے کوئی شخص ...... چاہے وہ مرد ہو یا عورت ...... کسی دوسرے مرد یا عورت کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ الا یہ کہ وہ دونوں میاں بیوی ہوں۔

4) دو مرد عریاں ہو کر' یا دو عورتیں ننگی ہو کر ایک بستر پر نہ

لیتیں۔

5) مغویہ لڑکیوں کی خرید وفروخت حرام ہے جو شخص کسی مغویہ لڑکی کو خرید کر لونڈی کی حیثیت سے اسے اپنے پاس رکھتا ہے اور اس سے صنفی تعلق قائم کرتا ہے وہ زانی ہے۔

جو شخص کسی لڑکی کو خرید کر اس سے نکاح کرتا ہے وہ سخت گناہ گار ہے کیونکہ اس نے ایک آزاد لڑکی کو خریدنے کا جرم کیا ہے۔

ہمارے معاشرے میں بعض لوگ' کسی لڑکی سے شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب تک وہ اس کے والدین یا سرپرست کو اس کی منہ مانگی قیمت ادا نہ کر دیں اسلام کی معاشرت میں اس بے ہودہ خرافات کا تصور بھی نہیں کر سکتی کجا کہ وہ اس کی اجازت دے۔

6) عورت کا اجنبی مرد پر اور مرد کا نامحرم عورت پر بری نیت سے نگاہ ڈالنا حرام ہے۔

7) شوہر کے سامنے غیر عورت کے حسن و جمال کی تعریف کرنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

8) جو عورت اپنے شوہر کے گھر کے سوا کسی اور جگہ اپنا لباس اتار کر رکھ دیتی ہے وہ بہت بے حیا ہے۔

9) مردوں کا برہنہ ہو کر یا عورتوں کا عریاں ہو کر یا مردوں اور عورتوں کا برہنہ ہو کر ایک جگہ غسل کرنا حرام ہے۔

10) بن ٹھن کر مردوں کا دل لبھانے والی اور ناز و نخرے سے چلنے والی عورت قیامت کے دن سراپا تاریکی کی شکل میں نمودار ہوگی۔

11) فیشن کی دلدادہ' مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والی عورت خدا کے رسول کی زبان میں ملعون ہے۔

12) چست یا نیم عریاں یا باریک لباس پہننے والی عورتوں کے لئے قیامت کے دن جنت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسی طرح جو عورتیں اپنے حسن و جمال کی نمائش کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور نامحرموں کی تاک میں رہتی ہیں اور غیر مردوں کو گھورتی رہتی ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گی مسلمان عورت کو چست اور باریک لباس پہننے سے اجتناب کرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ سر پر ایسا دوپٹہ بھی نہ اوڑھے جس کے نیچے سے اس کے سر کے بال نظر آ رہے ہوں۔

(ترجمان الحدیث: جلد دوم)

ضرورت رشتہ

35 سالہ نوجوان' تعلیم BSc' ذاتی کاروبار' پہلی بیوی سے علیحدگی' 3 اور 5 سال عمر کی دو بچیاں ہیں' دینی مزاج کی حامل' کنواری یا بیوہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: حامد قریشی' موبائل: 0333-7817681

پریس ریلیز

آج ہمارا معاشرہ گراوٹ کی اس انتہا کو پہنچ گیا ہے کہ بے حیائی کو کلچر کا نام دے کر فروغ دیا جا رہا ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ میڈیا کے ذریعے ہر خیر کو شر اور ہر بُرائی کو خیر بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم اس روش سے باز نہ آئے تو اللہ کی گرفت سے ہمیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تربیت جناب شاہد اسلم نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ آج عالم اسلام دشمنوں کی سازش کا شکار ہے۔ دشمن بے حیائی کے فروغ کے ذریعے مسلمانوں سے جرأت و حمیت کے جذبات ختم کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان ہیروں کو کوئلے میں تبدیل کر کے انہیں بھسم کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ جشن بہاراں کے نام پر ہمارے ملک میں ہر سال جس طرح غیرت وہ اخلاقیات کا جنازہ نکالا جا رہا ہے وہ اغیار ہی کی سازشوں کا حصہ ہے۔ ان برائیوں کا راستہ روکنے کے لئے باشعور طبقات کو متحد اور منظم جدوجہد کرنا ہوگی اور ہر وہ باشعور شخص جو خیر کا طالب ہے، اُسے باطل نظام کا راستہ روکنے کے لئے اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا، وگرنہ بُرائی کا سیلاب ہمیں بہا کر کہیں عذاب الٰہی تک نہ لے جائے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی)

منتخب تحریکی نظم

آئیے ہم یہ اعتراف کریں!

—— ضیاء خان ——

ہم وہی ہیں جو سو حجابوں میں   آئینہ دیکھنے سے ڈرتے ہیں
لوگ ہونی پہ ہاتھ ملتے ہیں   ہم یہ امکاں ملال کرتے ہیں
آئیے ہم یہ اعتراف کریں

ہم وہی ہیں جنہوں نے جرأت کو   مقتلِ مصلحت پہ سولی دی
ہم وہی ہیں جنہوں نے بڑھ بڑھ کر   چڑھتے خورشید کی پرستش کی
ہم وہی ہیں کہ جن کے کاندھوں کو   بارِ رفتہ صدائیں دیتا ہے
ہم وہی ہیں کہ جن سے روز و شب   جبرِ ہستی خراج لیتا ہے
آئیے ہم یہ اعتراف کریں

ہم وہی ہیں کہ جن کی حالت کی   دوش و فردا ہنسی اڑاتے ہیں
ہم وہی ہیں جو درسِ عبرت بھی   چند لمحوں میں بھول جاتے ہیں
اپنے آنگن کی روشنی کے لئے   ہم نے روشن اصول بیچے ہیں
بے ضمیری کے سرد میلے میں   ہم نے مرقد کے پھول بیچے ہیں
آئیے ہم یہ اعتراف کریں

یہ جو احوال اب ہمارے ہیں   اس میں غیروں کا کوئی دوش نہیں
سیل سر سے گزر چکا لیکن   ہم کو چارہ گری کا ہوش نہیں
آئیے ہم یہ اعتراف کریں

خود بخود منزلیں نہیں ملتیں   اَن گنت سنگِ میل آتے ہیں
شرط اپنے محاسبے کی ہے   راستے اب بھی جگمگاتے ہیں

تنظیم اسلامی کا پیام
نظامِ خلافت کا قیام

دورِ حاضر کی جاہلیت کے بھیانک پہلو......!!

حافظ نصیر

حقیقت یہ ہے کہ جاہلیت، معاشرے کی کسی مخصوص شکل اور تاریخ کے کسی خاص دور کا نام نہیں ہے بلکہ جاہلیت معاشرے کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے، البتہ اس کے مظاہر معاشرے کی حالت اور زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے تذکرہ خواہ اسلام سے پہلے کی جاہلیت کا ہو یا دورِ جدید کی جاہلیت کا...... یہ جاہلیت علم وفن، مادی ترقی اور انسان کی فکری اور سماجی اقدار کی ضد اور اس کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کریم کے منشأ ومراد کے مطابق جاہلیت اس نفسیاتی کش مکش کا نام ہے جس میں پھنس کر لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتا...... باالفاظ قرآن مجید

''(اگر یہ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ حلانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہوسکتا ہے۔'' (المائدہ: 50)

قرآن نے یہ نہیں کہا کہ عربوں کا زمانہ اس لئے دور جاہلیت تھا کہ وہ فلکیات، طبعیات، کیمیا اور طب سے واقف نہیں تھے، یا انھیں سیاسی انتظام نہیں آتا تھا، یا وہ مادی پیداوار کرنے سے قاصر تھے، یا ان میں سرے سے کوئی خوبی ہی نہیں تھی، یا ان کے پاس مطلقاً کسی قسم کی اقدار ہی نہ تھیں۔

قرآن نے نہ تو عرب معاشرے میں اس طرح کی کسی کمی کی نشاندہی کی اور نہ اس کمی کو دور کرنے کے لئے کوئی متبادل نظام دیا۔ ہرچند کے اسلامی انقلاب کے بعد یہ سب تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لیکن یہ وہ تبدیلی نہ تھی جس کے لئے اللہ نے لوگوں سے مطالبہ کیا ہو کہ وہ جاہلیت کو چھوڑ کر اس نئی تبدیلی کو اپنا لیں۔ قرآن نے تو انھیں جاہلیت سے اس بنا پر متصف قرار دیا کہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے اپنی خواہشات کے بندے بن گئے تھے...... چنانچہ اللہ تعالٰی نے انھیں اس جاہلیت کے بدلے اسلام عطا کیا۔

دورِ حاضر میں سادہ لوح لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ دورِ جاہلیت صرف وہ ہی ہے جو اسلام سے پہلے عربوں کی زندگی کا ایک دور تھا، مگر حقیقت یہ نہیں......!! اصل بات یہ ہے کہ دور حاضر کی جاہلیت چودہ صدی بیشتر عربوں کی جاہلیت سے زیادہ بھیانک ہے بلکہ ہر اس جاہلیت سے زیادہ بھیانک ہے، جس کا کوئی تاریخی وجود رہا ہو۔!!

عربی جاہلیت تو ایک سیدھی سادھی جاہلیت تھی، جو کہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ کھو کھلے بتوں کی پوجا کر لی اور بس!! کچھ عجیب سے تصورات تھے۔ بیشک یہ تصورات راہ راست سے ہٹے ہوئے تھے۔ لیکن راہ راست سے انحراف میں بھی سادگی تھی گہرائی نہ تھی...... اس کے برخلاف جاہلیت جدیدہ زیادہ دلدل والی، زیادہ خبیث اور زیادہ سخت گیر ہے۔ کیونکہ یہ علمی جاہلیت ہے!! یہ بحث ونظریات کی جاہلیت ہے!! یہ جمے ہوئے گہرے انتظام کی جاہلیت ہے!! یہ آنکھوں کو خیرہ کرنے والی مادی ترقیات کی جاہلیت ہے!! یہ جاہلیت ہے اس دھوکہ اور فریب کی جس کو انسان کی ہلاکت کے لئے باقاعدہ علمی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے!! اور یہ ایسی جاہلیت ہے جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی......۔

دراصل جاہلیت جدیدہ کی دو باتوں نے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ ایک علمی موشگافیوں کی کثرت اور دوسرے زندگی کی آسائشات کی زیادتی......!! جس کی بنا پر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ بھلائی ساری زندگی پر چھائی ہوئی ہے اور زندگی کے تمام معاملات بہتر طریقے پر چل رہے ہیں۔!

حقیقت یہ ہے کہ بے پناہ ''شیطانی وسائل'' کام میں لا کر اس شر اور برائی پر پردہ ڈال دیا گیا ہے جس میں لوگ پھنس کر رہ گئے ہیں...... اور اگر لوگوں کو اس عظیم الشان شر اور زندگی کے اس بھیانک بگاڑ کا ذرا بھی انداز ہو جائے تو وہ فوراً سمجھ جائیں کہ جاہلیت جدیدہ اپنی گندگیاں اور نجاستیں چھپانے کے لئے جس نام نہاد خیر وبھلائی کے راگ الاپ رہی ہے، اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے......۔

یہی وجہ ہے کہ جاہلیت جدیدہ نے اپنے عظیم ترین وسائل اس بات پر صرف کر دیئے ہیں کہ لوگوں کی توجہ اصل فساد اور بگاڑ سے ہٹا کر اس بات پر مرکوز کر دی جائے کہ ان کی زندگی نہایت خوب ودرست ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں ہے...... اور...... اگر کبھی لوگوں کے ذہن میں بھولے سے بھی یہ بات آجائے کہ ان کی زندگی کا فلاں عمل اللہ کی ہدایت کے خلاف ہے...... یا حق وانصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا یا...... اخلاق سے گرا ہوا ہے...... تو فوراً ساری جاہلی مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور سارے نشر واشاعت کے وسائل اس جاہلی عمل کی تائید وتوثیق میں سرگرم ہو جاتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ......۔

''بھئی! کیا تمہیں پتہ نہیں کہ اب تم 'ترقی یافتہ' زندگی گزار رہے ہو۔ کیا تم ترقی سے بالکل ہی غافل ہو؟ کیا تم 'اکیسویں صدی' میں نہیں رہتے؟ آخر کیا بات ہے؟ کیا تم 'انتہا پسند' ہو؟ کیا مصیبت ہے کہ ہر بات میں 'انتہا پسندی' گھس جاتی ہے! تف ہے اس 'انتہاپسندی' پر سب کچھ قابل برداشت ہے۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ تم اکیسویں صدی میں بھی انتہا پسند رہو......!! جب بھی کوئی شخص ارادہ کرتا ہے کہ جاہلیت جدیدہ کے اس شر پر سے پردہ اٹھائے جس میں لوگوں کا دم گھٹا جا رہا ہے تو فوراً جاہلیت جدیدہ اپنے تمام نشر واشاعت کے ذرائع...... پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن...... غرض ہر طرح کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو...... اس شخص کی آواز دبانے پر لگا دیتی ہے...... اور جس کسی نے بھی لوگوں کو راہ حق دکھانے کی کوشش کی اس کے راستے میں ''رجعت پسندی'' کا بم چھوڑ دیا جاتا ہے!! اور...... جو شخص حق وانصاف کا خون کرنے نکلے اس کے ہاتھ میں ''ترقی'' کا ہتھیار دے دیا جاتا ہے۔!!

اور...... معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ جاہلیت مسلسل ''حق'' و ''باطل'' کو گڈمڈ کرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ حق وباطل کی ایسی آمیزش تیار ہو جاتی ہے مظلوم یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میری زندگی میں انصاف ہو رہا ہے...... گمراہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں...... اور جو برائیوں اور شر میں مبتلا ہیں وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کے گرد وپیش میں خیر وبھلائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے......!!

(محمد قطبؒ کی کتاب ''جدید جاہلیت'' سے اقتباس)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I، II، III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بانی محترم کا ماہِ جنوری کا دورۂ کراچی

بانی محترم اپنے معمول کے دورۂ کراچی کے سلسلے میں 27 جنوری 2005ء کو کراچی پہنچے۔ ان کے دورے کا پہلا پروگرام خطاب جمعہ کا تھا جو انہوں نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں دیا تھا جس کا موضوع تھا ”پاکستان کا موجودہ قومی انتشار اور اس کا حل“۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا:

قائد اعظم دس سال تک مسلسل اسلام کے نظام معاشرت، معیشت اور سیاست کی اپنے بیانات کے ذریعہ قوالی گاتے رہے جس کے نتیجے میں ہندوستان کی مسلمان قوم پر ایسا حال طاری ہوا کہ وہ اپنے علاقائی، لسانی اور مذہبی اختلافات کو بھلا کر متحد ہوگئی اور پاکستان بنا کر ہی دم لیا۔ بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد ان بیانات کو عملی شکل نہ دی گئی جس کے نتیجے میں قوم قومیتوں میں تحلیل ہوگئی اور ہر قسم کے تعصبات نے سر اٹھایا۔ آج پاکستان پر تباہی کے بادل اُمڈ اُمڈ کر آرہے ہیں۔ بلوچستان کا آتش فشاں کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ عقدۂ لاینحل بن چکا ہے۔ اگر طاقت کے ذریعے بلوچستان کی سیاسی اور عسکری قوتوں پر قابو نہ پایا گیا تو یہ حکومت کی پسپائی ہوگی اور اگر طاقت کا استعمال کیا گیا تو یہ بلوچی قوم کی غیرت وحمیت پر ایک تازیانہ ہوگا جس کا شدید ردعمل سامنے آئے گا۔ گیس کی سپلائی بند ہوگئی تو صنعت کی چکی تو جام ہوگی ہی، گھروں کے چولہے ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ وزیرستان میں مٹھی بھر غیر ملکیوں کے خلاف فوج کے استعمال کے باوجود ان پر قابو نہیں پایا جاسکا۔ جن لوگوں کو ماضی میں امریکا کے اشارے پر جہاد کے نام پر بلایا گیا تھا انہیں دہشت گرد قرار دے کر مارا یا امریکا کے حوالے کیا جارہا ہے۔ اس کے نتیجے میں مہمان نواز قبائل میں نفرت پیدا ہو رہی ہے اور وزیرستان پاکستان کے لئے ٹائم بم بنا ہوا ہے۔ شمالی علاقہ جات میں فرقہ وارانہ فساد چلو اور اسکردو جیسے مقامات پر پھیل چکے ہیں۔ بگلیہار ڈیم پر مذاکرات ناکام ہو چکے ہیں اور عالمی عدالت انصاف نے بھی اس معاملے میں خود کچھ کرنے کے بجائے ثالثی کا اہتمام کرنے کا اشارہ دے رہا ہے۔ اس ساری صورتحال کو اس پیشگوئی کے تناظر میں دیکھا جائے جس کے ذریعہ 2006ء میں پاکستان کے خاتمے کی خبر دی گئی ہے اور اس علاقے میں وجود میں آنے والی آزاد ریاستوں میں بلوچستان کو امیر ترین قرار دیا گیا ہے تو اس ساری صورتحال کی پشت پر بین الاقوامی سازشیں صاف نظر آتی ہیں۔ اس ساری صورتحال سے نکلنے کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ ہے۔ ایسی توبہ جو صرف تسبیحوں پر نہ ہو بلکہ اس کے نتیجے میں افراد کی زندگیوں میں تبدیلی برپا ہو۔ یہ توبہ کرنے والے مجتمع ہوکر اگر پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کے جدوجہد میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے نتیجے میں قائد اعظم کا وہ موقف عملی شکل اختیار کرلے گا جس کے ذریعے انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ ہم پاکستان کو دنیا کے سامنے اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات پر مبنی ایک اسلامی ریاست کا نمونہ بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔“

اس موقع پر بانی محترم نے تنظیم کے دیرینہ رفیق اور صدر، انجمن خدام القرآن، سندھ محترم زین العابدین صاحب کی صحت کے لئے خصوصی دعا فرمائی جو کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں اور اب تک دو آپریشنوں سے گزر چکے ہیں۔

جیسا کہ طے ہے کہ بانی محترم کے دورہ کے موقع پر کسی نہ کسی تنظیم میں ان کا ایک عوامی اجتماع سے خطاب رکھا جائے گا لہٰذا اس مرتبہ یہ خطاب تنظیم اسلامی سوسائٹی، کراچی کے زیر اہتمام IMCS گراؤنڈ واقع بلاک 6، PECHS میں منعقد ہوا۔ موضوع تھا ”اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے واحد مطالبہ“ ۔ گویا کہ اگر خطاب جمعہ کا موضوع قوم کو درپیش مسائل سے نجات پر مبنی تھا تو اس خطاب کا موضوع فرد کے اُخروی نجات کے حوالے سے تھا۔ اس خطاب میں انہوں نے فرمایا:

اللہ کا مسلمانوں سے واحد مطالبہ اس کی بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی اس کے اور اس کے رسول ﷺ کی ہمہ وقت اور ہمہ جہت اطاعت کا نام ہے۔ لیکن یہ اطاعت جبری نہیں بلکہ اس کی محبت کے جذبے کے ساتھ مطلوب ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کو مکمل بندگی مطلوب ہے جزوی بندگی نہیں۔ جزوی بندگی کے نتیجے میں قرآن مجید میں دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید آئی ہے۔ آج امت مسلمہ پر جو ذلت وخواری مسلط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان نظام باطل کے تحت جینے پر مجبور ہیں کیونکہ مسلمانوں کے کسی ملک میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ نہیں۔ لہٰذا خواہی نخواہی وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں ملوث ہیں۔ سود سے آج کوئی مسلمان بچا ہوا نہیں ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسلام کے نظام عدل کے قیام کی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہوا جائے جس کے لئے کسی ایسی جماعت سے جڑنا ضروری ہے جس کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد ہو، جو بیعت کے نظام پر وجود میں آئی ہو اور جس کا نظم سمع وطاعت پر مبنی ہو اور جس کی قیادت میں خلوص کی خوشبو محسوس ہوتی ہو۔ ایسی جماعت کو تلاش کرکے اس میں شامل ہوکر اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہماری اخروی نجات کی یہی واحد صورت ہے۔

اس پروگرام کے لئے نہ صرف یہ کہ تنظیم سوسائٹی کے رفقاء نے بہت محنت کی بلکہ انہوں نے دیگر تناظیم کے رفقاء کا انتظامات کے سلسلے میں تعاون حاصل کیا۔ بالخصوص اقبال دوائی والے اور شاہد حفیظ چودھری صاحبان نے انتظامات کے ضمن میں اور تنظیم اسلامی، گلستان جوہر کے امیر عارف جمال فیاضی صاحب نے سیکورٹی کے حوالے سے اور مختلف تناظیم کے نوجوان رفقاء نے بھی کافی محنت کی۔ اس پروگرام میں تقریباً 900 حضرات اور 300 خواتین نے شرکت کی۔

ہفتہ 29 جنوری کو بانی محترم سے انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ملاقات کرنے والوں میں شاہ فیصل مسجد کے سابق خطیب قاری خالد امین صاحب بھی شامل تھے۔

اتوار 30 جنوری کو بانی محترم نے ہمدرد یونیوسٹی کے پروفیسر منظور احمد صاحب کی رہائش گاہ پر کراچی کے ممتاز دانشوروں کی ماہانہ مجلس میں شرکت فرمائی اور اسی شب ARY چینل کے حاجی عبدالرؤف صاحب کی صاحبزادی کی طعام ولیمہ میں شرکت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان کے دورے کے ثمرات سے بہرور فرمائے۔ آمین (رپورٹ: محمد سمیع)

گوجر خان میں دوروزہ پروگرام

سال 2005ء کے پہلے دوروزہ پروگرام کے لئے امیر حلقہ جناب خالد محمود عباسی صاحب نے گوجر خان کا انتخاب کیا۔ یہ پروگرام 28 تا 30 جنوری کو مسجد العابد میں طے پایا۔ پروگرام میں شرکت کے لئے رفقاء نے جمعہ کی نماز کے وقت سے ہی آنا شروع کردیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب ہوا تو اس وقت رفقاء کی اچھی خاصی تعداد مسجد میں موجود تھی۔ اس دوروزہ کے ناظم جناب اسرار الحق صاحب نے سب سے پہلے رفقاء کا تعارف حاصل کیا۔ اس کے بعد رفقاء کو دو دو کے گروہ میں تقسیم کرکے ”فرائض دینی کا جامع تصور“ کی آیات یاد کرنے کے لئے کہا گیا۔ بعد نماز عشاء محمد سرفراز صاحب نے مسجد کے آداب بیان کئے۔ اس کے بعد سورۂ نور کے آخری رکوع کا مذاکرہ کرانے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی جس سے رفقاء پر نظم جماعت کی اہمیت واضح ہوئی۔ کھانا کھانے سے پہلے انجینئر مدثر صاحب نے کھانے کے آداب بیان کئے۔ رات سوا دس بجے تمام رفقاء آرام کے لئے چلے گئے۔

29 جنوری کو صبح سوا چار بجے تمام رفقاء کو نماز تہجد کے لئے جگایا گیا۔ نماز فجر سے قبل رفقاء نے انفرادی طور پر قرآن مجید کی تلاوت کی اور بعد نماز فجر محترم فاروق حسین صاحب نے درس قرآن میں سورۃ الفاتحہ کے معانی اور اہمیت واضح کی۔ اس کے بعد وضو، غسل، تیمم اور نماز کے فرائض بیان کرنے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی۔ ساڑھے سات بجے صبح نماز اشراق وآرام کا وقفہ ہوا۔ ناشتہ کے بعد نو بجے جناب اسرار الحق صاحب نے تعارف تنظیم اسلامی کے موضوع پر مذاکرہ کرایا اور نئے رفقاء کو تنظیم کے فکر سے متعارف کرایا۔ چائے کے وقفہ کے بعد گیارہ بجے سہیل احمد صاحب نے فرائض دینی کا جامع تصور بیان کیا۔ پھر ناظم دوروزہ نے اس کا مذاکرہ کرایا اور دعوت دینے کے طریقہ کار پر بحث کی۔ نماز ظہر سے قبل رفقاء نے اسی کتابچے کا مطالعہ کیا اور مختلف گروپوں کی صورت میں اس کو بیان کرنے کی مشق کی۔

بعد نماز ظہر تا عصر کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ بعد نماز عصر رفقاء نے گشت کیا اور احباب کو بعد نماز مغرب پروگرام میں شامل ہونے کی دعوت دی جس کا موضوع ”فتنہ دجال کا پھیلاؤ اور اس سے بچاؤ کا طریق کار“ تھا جس کے مقرر ناظم حلقہ جناب خالد محمود عباسی تھے۔ آپ نے فتنہ دجال کو فکری امتحان قرار دیا اور اس کا حل پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس فتنے سے وہی نبرد آزما ہوسکے گا جو فکری لحاظ سے طاقت ور ہوگا یعنی جس کا ایمان مضبوط بنیادوں پر استوار ہوگا۔ بعد نماز عشاء نصف گھنٹہ تک سوالات کی نشست ہوئی۔ تقریباً 125 رفقاء واحباب نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

رات نو بجے پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا اور نئے رفقاء کو مختصر خطاب کا موقع فراہم کیا گیا۔

جناب مدثر نے سونے کے آداب بیان کئے اور رفقاء نے آرام کیا۔

30 جنوری بروز اتوار نماز تہجد اور تلاوت قرآن مجید کے لئے رفقاء کو جگایا گیا۔ بعد نماز فجر جناب مدثر نے توبہ کے موضوع پر درس حدیث دیا اس کے بعد نماز سے متعلق مذاکرہ راقم الحروف نے کرایا۔ نماز اشراق اور ناشتہ کے بعد محترم اسرار الحق صاحب نے بیعت کی اہمیت پر مذاکرہ کرایا۔ جو کہ چائے کے وقفہ کے بعد گیارہ بجے مقامی اور بیرونی رفقاء کی مختلف ٹیموں کو احباب سے ملاقاتوں کے لئے باہر بھیجا گیا۔ جنہوں نے تنظیم سے متعارف احباب کو تنظیم کے فکر سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔

بعد نماز ظہر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا اور رفقاء اپنے اپنے گھروں کے لئے روانہ ہو گئے۔
اس دو روزہ پروگرام میں حلقہ کی تقریباً تمام تنظیم سے 40 سے زائد رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: ندیم مجید)

تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن

صادق آباد کے مرکز میں واقع غلام نبی ہوٹل کے ہال میں تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام ہر ماہ کی آخری اتوار درس قرآن کا اہتمام ہوتا ہے۔ حافظ محمد خالد شفیع تنظیم کے دیرینہ ساتھی جو کہ ان دنوں سکھر میں انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں اور صادق آباد تنظیم کے ایک مدت تک امیر رہ چکے ہیں درس دینے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ درس میں رفقاء تنظیم کے علاوہ تیس سے پچاس افراد کی حاضری ہوتی ہے۔ درس میں تنظیم کے انقلابی فکر کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

30 جنوری 2005ء کو ہونے والے درس کا موضوع "شرک اور اقسام شرک" تھا۔ حافظ صاحب نے سورۂ لقمان کی چند آیات تلاوت کرنے کے بعد شرک کے اثرات اور اس کی مختلف اقسام کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے شعوری طور پر بچنے کی کوشش ہر مومن صادق کو کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ نادانی میں ہم اللہ کی گرفت میں آ جائیں۔ شرک کے بارے میں اللہ نے واضح طور پر فرما دیا کہ یہ نا قابل معافی جرم ہے۔ دعا کے بعد حاضرین کو چائے پیش کی گئی اور یوں یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: نذیر احمد)

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کا دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

29 جنوری بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب پروگرام کا آغاز ہوا۔ محترم خادم حسین صاحب نے پروگرام کے آغاز میں درس قرآن دیا۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے دکھ کا اظہار کیا تھا کہ بہت سارے معاشرتی معاملات میں مسلمان مغربی تہذیب اختیار کئے ہوئے ہیں اور والدین سے برے سلوک پر کوئی پشیمانی محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ایک مسلمان کے لئے جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

درس قرآن کے بعد محترم محمد حسین صاحب نے جو کہ اُسرہ منڈی کے نقیب ہیں فرائض دینی کا جامع تصور اپنے سادہ اور مخصوص انداز میں بیان کیا۔

بعد از نماز عشاء محترم مولانا غلام اللہ حقانی جو کہ ناظم دعوت' حلقہ سرحد شمالی بھی ہیں انہوں نے دور جدید کا علمی چیلنج اور اس کے حل پر گفتگو ارشاد فرمائی۔ دو روزہ کا یہ عمومی اور خصوصی لیکچر تھا۔ رفقاء نے لوگوں کو بھرپور دعوت دے رکھی تھی۔ خطاب سے قبل حافظ قاری بلال ثاقب نے تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی۔ جامع مسجد تقویٰ کا ہال فل تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل لیکچر میں حقانی صاحب نے فلسفۂ حیات پر مختلف فلاسفروں کا حوالہ دیتے ہوئے اُن کے نظریات کی نشاندہی کی اور مقابلتاً اسلامی فلسفہ حیات کو وضاحت سے بیان کیا۔ اور قرآن پر دور جدید کے تقاضوں کے لحاظ سے سائنسی و عمرانی بنیادوں پر غور و فکر کرنے کی ضرورت پر زور دیا تا کہ عالم اسلام کو مغرب کے سیکولرازم کی چھاپ سے بچایا جا سکے۔ اس موضوع پر خطاب کے بعد سوالات کی نشست وقفہ وقفہ سے جاری رہی خطاب کے اختتام پر احباب کی چائے سے تواضع کی گئی۔

رات کے طعام کے بعد سونے سے قبل 6 رفقاء نے مذہب اور دین میں فرق کے ساتھ ساتھ فرائض دینی کا جامع تصور پر مختصر گفتگو کی۔ جس میں احسان اللہ' محمد اشرف' خرم شہزاد' احسان اللہ (گجرات) مقصود احمد بٹ عثمان بیگ نے شرکت کی۔ یہ خالصتاً تربیتی مرحلہ تھا۔ ناظم تربیت خادم حسین نے اسی نشست کے اختتام پر کہا یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ رفقاء میں دینی فکر کے ساتھ بولنے کی صلاحیت بھی ہے۔ ان میں بہت سے حضرات مستقبل میں اچھے مدرس اور مقرر بن سکتے ہیں۔

30 جنوری بروز اتوار فجر کے بعد محترم غلام اللہ حقانی صاحب نے سورۃ الحدید کی آیات کے حوالے سے نظام عدل و قسط اور اس کے غلبہ کے لئے کوشش کرنا اسی کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ درس قرآن کے بعد حافظ بلال صاحب نے منافق کی نشانیوں پر درس حدیث دیا۔

ناشتہ کے بعد گوجرانوالہ کے ساتھی احسان اللہ صاحب نے تقویٰ اور عثمان بیگ جو کہ نارووال کے رفیق ہیں انہوں نے حسن سلوک پر گفتگو فرمائی۔

اس کے بعد تعارفی نشست ہوئی اور نئے شامل ہونے والے رفقاء سے خصوصی تعارف ہوا۔

آخری پروگرام ڈاکٹر عادل قریشی صاحب کے ذمہ تھا۔ محترم وسیع مطالعہ کرنے والے ہیں۔ آپ نے دعوت اور اس کی پیچیدگیوں پر بھرپور لیکچر دیا۔ اجتماعی دعا کے بعد پروگرام اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: شاہد رضا)

فورٹ عباس بہاولنگر میں سہ روزہ پروگرام

حلقہ بہاولنگر میں الحمدللہ ہر ماہ ایک سہ روزہ پروگرام ہو رہا ہے۔ جنوری میں یہ پروگرام اسرہ فورٹ عباس اور اسرہ ممکی والا نے مل کر کیا۔ 14 to 16 جنوری کے اس سہ روزہ کے لئے مذکورہ دونوں اسروں کے نقیب اعلیٰ وقار اشرف صاحب نے شہباز والہ کے قصبہ کو منتخب کیا۔ قصبہ کی مسجد کی کشادگی اور وہاں کے لوگوں کے دلوں کی کشادگی نے اس پروگرام کو خوب بڑھا دیا۔ اسرہ فورٹ عباس کے نقیب محمد جمیل صاحب نے سہ روزہ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ ان تین دنوں میں اہم پروگرام درس قرآن' درس حدیث' عقائد کی تعلیم' تحریکی مطالبات تھے۔ ناظم تربیت حلقہ بہاولنگر جناب ذوالفقار علی نے تربیتی پہلوؤں پر خوب محنت کی۔ آخری خطاب امیر حلقہ محمد منیر احمد صاحب کا تھا۔ ان تین دنوں میں فورٹ عباس کے محمد اکرام صاحب کا ایثار اور مروت والے مقصود احمد اور مسلم کمرشل بنک والے گل رحیم خان صاحب کی شرکت یادگار رہے گی۔ دعا ہے کہ اللہ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے اور جن حضرات نے اس پروگرام کے لئے محنت کی انہیں بھرپور بدلہ عطا فرمائے۔ آمین (رپورٹ: ایم ایم عبداللہ)

تنظیم اسلامی کے نئے مرکز کا نام تجویز کرنے والے رفقاء کے لئے "ندائے خلافت" کا اجراء

رفقاء و قارئین کے علم میں ہوگا کہ کچھ عرصہ قبل اعلان کیا گیا تھا کہ تنظیم اسلامی کے نئے مرکز کا نام تجویز کرنے والے صاحب کو ایک سال کے لئے اعزازی طور پر ندائے خلافت جاری کیا جائے گا۔

یہ بھی آپ کے علم میں ہوگا کہ رفقاء نے مرکز کے لئے کئی نام تجویز کئے تھے۔ جن میں سے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے مرکز کے لئے "دارالاسلام" کا نام پسند فرمایا ہے۔ اس امر کا اعلان بانی محترم نے سالانہ اجتماع کے موقع پر کیا تھا۔

چنانچہ وہ دو رفقاء کرام جنہوں نے مرکز کے لئے "دارالاسلام" کا نام تجویز کیا تھا۔ انہیں ایک سال کے لئے ندائے خلافت جاری کیا جا رہا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(1) جناب محمد فہیم' امیر حلقہ سرحد شمالی

(2) جناب محمد اشرف وصی' نائب ناظم دعوت' تنظیم اسلامی

خوشخبری!

شعبہ تحقیق اسلامی (IRTS) کی اعزازی ممبر شپ!

قرآن اکیڈمی میں شعبہ تحقیق اسلامی (IRTS) کے دفاتر کے قیام اور انتظام کا ابتدائی مرحلہ بحمد اللہ مکمل ہو چکا ہے۔ شعبہ میں مختلف موضوعات پر تحقیق و تصنیف کے لئے بعض ریسرچ ایسوسی ایٹس کی خدمات بھی حاصل کر لی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے متعلقین کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اگر تحقیق و تصنیف کے کام سے دلچسپی رکھتے ہوں اور کم سے کم ایم اے تک تعلیم یافتہ ہوں (ترجیحاً وہ افراد جو ایم فل یا پی ایچ ڈی کے پراجیکٹ پر کام جاری رکھے ہوئے ہوں یا کرنا چاہتے ہوں) تو وہ شعبہ ہذا میں بطور اعزازی ریسرچ ایسوسی ایٹ ممبر شپ حاصل کر سکتے ہیں۔ ممبر شپ حاصل کرنے کی صورت میں انہیں شعبہ میں مندرجہ ذیل سہولیات میسر ہوں گی:

1) صبح 8 بجے سے رات 8 بجے تک ریسرچ ڈیسک کی سہولت۔
2) کمپیوٹر و انٹرنیٹ اور پرنٹنگ کی سہولت۔
3) لائبریری میں کثیر تعداد میں پائی جانے والی کتب و جرائد تک رسائی۔
4) Bibliographies اور Indices تک رسائی۔
5) مختلف موضوعات کے ضمن میں Resource Persons سے رہنمائی کی سہولت۔
6) تحقیقی مضامین کو ریسرچ میگزینز میں شائع کروانے کی سہولت۔
7) ریسرچ سکالرشپ کے حصول میں معاونت۔

اعزازی ممبر شپ حاصل کرنے کے خواہشمند حضرات سے گزارش ہے کہ وہ ایک سادہ کاغذ پر اپنے مکمل کوائف تحریر فرمائیں، اور جس موضوع پر تحقیق و تصنیف کا کام کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں اس کا مختصر تعارف بھی تحریر فرمائیں۔ درخواستوں کی پڑتال کے بعد درخواست دہندگان کو انٹرویو کے لئے پیش ہونا ہو گا جس کی تاریخ اور وقت کی اطلاع بذریعہ خط ارسال کی جائے گی۔ درخواستیں 15 مارچ 2005ء تک مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کی جائیں۔ مزید معلومات اور خط و کتابت کیلئے:

حافظ عاطف وحید، انچارج شعبہ تحقیق اسلامی،
قرآن اکیڈمی، K/36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 03-5869501، ای میل: irts@tanzeem.org

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 6

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Worth a thousand words

The US has been involved in so many crimes against humanity that it's become hard to keep condemning one senseless act after another. But there were three pictures in circulation yesterday that really got to everyone for who the "mainstream" media has become redundant. It showed three American "brave" soldiers, in broad day light, in front of the camera, murdering an injured Iraqi with his hands tied behind his back. The murder scene was a destroyed office building or market in Iraq. The injured and hand-cuffed Iraqi had been dragged from one location into another well-lit area, where the trophy picture could look more like a great achievement. The murderers looked young, the sort of young people you'd see walking full brain-dead doing election canvassing for Bush-II.

After shooting the Iraqi prisoner, one was wiping his hands of his blood. The other is looking at him with appreciating smile. The third one also has visibly bloodied hands. Their hands got bloodied when they pulled the already injured prisoner from one place into another in the rubble of the destroyed building.

I first saw the picture on the Internet, [1] and I did something I've never done before - I blew these up so it covered my whole screen. I wanted to look at it more closely. You don't often get to see the face of pure evil.

There is much to dislike about this war in Iraq, but there is no denying the stakes. And these pictures really framed them: this is a war between the megalomaniac tyrants in the US and some people who have refused to surrender to this kind systematic humiliation and psychological degradation. These warriors are leaving signs of their evil mindset on every step in Iraqi society. After destroying everything in a house in Fallujah, these evil GIs wrote on a mirror: "F#@k you Iraqis." [2]

Thomas Friedman, a representative of the evil mindset, would try to make the world believe that some Iraqis are "trying to organize an election to choose their own leaders and write their own constitution" but "fascists" are "arrayed against them." He tried the world to forget that Iraq is under the US tyrannical occupation. This is an occupation legitimizing exercise, not elections. No Iraqi is willing to call the US puppets, the benighted opportunists, as their leaders.

Do not be fooled into thinking that the American murders in these pictures are really defending the United States and have no alternative. It has been conclusively proved that all the reasons for invasion of Iraq have been proved wrong. There is no justification for continued occupation of Iraq. If democracy is worth taking more 100,000 Iraqi lives, Pakistan, Egypt, Uzbekistan, Algeria, Jordan, Kuwait and Saudi Arabia also need democracy. Is this the only way to bring about democracies? The neocons and warlords minority in the US have definitely something else on their mind.

As the impartial analysts on various independent web sites, both from the Muslim and non-Muslim world so rightly point out to us, these so-called champions of democracy and freedom are the real fascists, the real colonialists, the real imperialists of our age. They are a tiny minority who want to rule the world by force and rip off its resources and natural wealth for themselves. It's time we call them by their real names.

However bad Saddam Hussein's regime was, however badly he may have run his country, however much you wish we have decent governments around, do not kid yourself that this is all not what it is about: people who want to rule the world and establish the Kingdom of God, supported by a virulent nihilistic minority of the "mainstream" media, wants to prevail. That is all that the champions of freedom and democracy stand for.

They are at war with a way of life. Indeed, they haven't even bothered to tell us otherwise. They have counted on the fact that they have demonized Islam to the extent and Muslims are so hated around the world that any opponents will be seen as having justice on their side. Well, they do not. They are murdering Iraqis every day for the sole purpose of preventing them from challenging the occupation and the kind of regime the occupiers want to establish.

What is terrifying is that the noble sacrifice of freedom fighters, while never in vain, may not be enough. They may actually lose in Iraq and Afghanistan. The vitally important may turn out to be the effectively impossible.

They may lose because of the defiantly wrong way that puppets, like Karzai, Chalabi and Allawi have dedicated themselves to manage occupations and the cynical manner in which Musharraf, Mubarak, Karimov and - with some honorable exceptions - the whole Muslim "leaders" have tolerated it. Many neo-mod Muslims would rather surrender Iraq and Afghanistan than give Muslims the satisfaction of living by Islam.

They may lose because their Arab neighbours won't lift a finger to condemn occupations of Muslim countries - either because they fear they'll not survive without the US protection and support, or because the thought of living in freedom by the principles of the Qur'an and Sunnah is anathema to them.

They may lose because most Europeans differ only in the way the US went to war in Iraq. Crushing Islam is their main objective as well. French ban on Hijab and supporting repressive regime in Algeria, Pakistan and elsewhere in the Muslim world are prime examples. When it comes to Islam, they are one.

This is not a "battle between democracy and terror" as Toney Blair declared in Iraq last December. These and many thousand other pictures and videos show that this is a war which mindless terrorists in Washington have imposed on innocent people of Iraq and Afghanistan.

Neither Blair, nor any other war lord can prove that those who are fighting them are not Iraqis. Being Iraqis they would definitely have more love for Iraq than Blair, Bush and the left-over allies. This is utterly foolish on part of the media pundits in the US and their war leaders to claim that those who are resisting their barbarism are people "trying to destroy a better future for Iraq."

The simple question to prove these myths wrong is: why would they? It is their present and future generations who are going to live in Iraq, not the occupiers. Why would they kill themselves for destroying a better future for Iraq? The answers to these questions from the war lords make no sense at all.